موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس ہرگز شریعت کے مطابق نہیں

افسوس کہ ہمارے علماء حضرات نے ایسا توہینِ رسالت آرڈیننس تشکیل دیا ہے جس سے بذات خود معاشرے میں فتنہ پھیلنا شروع ہو گیا ہے اور دینِ اسلام بدنام ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور وہ اس چیز کے لیے بھی تیار نہیں کہ انکے بنائے ہوئے آرڈیننس میں کسی قسم کی کوئی ترمیم کی جائے۔ اب تک عدالت کے حکم کے تحت کسی توہین کر مرتکب شخص کو قتل نہیں کیا گیا ہے، مگر اس دوران میں دس افراد کو جیلوں میں ماورائے عدالت قتل کیا جا چکا ہے (لنک)

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

فہرست

وہ واقعات جن سے علماء حضرات سبق نہیں سیکھتے 4

پہلا: بوڑھی عورت کا کوڑا پھینکنے والا واقعہ 5

دوسرا: طائف کا واقعہ 5

تیسرا: حضرت ابوہریرہ کی والدہ کا واقعہ 6

چوتھا: حکم بن ابی العاص کو بھی رسول اللہ ﷺ کا بستر مرگ پر معاف کر دینا 7

پانچواں: عبداللہ ابن ابی کی شانِ رسالت میں گستاخی پر سزا کا نہ دیا جانا 8

چھٹا: قرآن کی گواہی کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے تھے 9

ساتواں: قرآن کی ہدایت کہ مسلمان اہل کتاب و مشرکین کی بدگوئی پر صبر و ضبط کا مظاہرہ کریں 9

آٹھواں: " صحیح " حدیث کہ اسلام میں قتل کی سزا صرف تین صورتوں میں 10

نواں: مرتد کو بھی معافی و توبہ کہ گنجائش دی جاتی ہے 10

دسواں: امام ابوحنیفہ، امام ثوری اور اہل کوفہ کا مذہب کہ توہین رسالت کی سزا موت نہیں 11

گیارھواں: فقہائے احناف کا فتوی کہ سزا صرف "عادی" اور "معمول بنا لینے" والے مجرم کو دی جائے 11

موجودہ آرڈیننس کے غلط استعمال کو کسی صورت نہیں روکا جا سکتا 12

موجودہ آرڈیننس کے حامیان کے دلائل کا تجزیہ 12

پہلا: ضعیف واقعات جن سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی 13

عصماء بنت مروان کا واقعہ اور اس میں کی جانے والی خیانت و بددیانتی 13

حضرت عمر ابن الخطاب کا واقعہ 14

دوسرا: وہ واقعات جن میں قتل کی وجہ صرف گستاخی رسول نہ تھی 14

کعب بن اشرف یہودی کا واقعہ 15

ابورافع یہودی کا واقعہ 16

ابن اخطل کا واقعہ 16

فتح مکہ پر قتل کرنے کے واقعہ سے احتجاج کرنا درست نہیں 17

اہل مکہ کی بدعہدی 17

وہ واقعات جو واقعی صرف توہین رسالت سے مخصوص ہیں 18

پہلا: نابینا صحابی کی باندی کا واقعہ 19

شہادتوں کے نظام کے تحت واقعہ افک پر ایک نظر 20

دوسرا: یہودی عورت کا قتل 21

تیسرا: ابن ام مکتوم کا واقعہ 22

فتوی: گستاخی رسول کی کوئی معافی نہیں بلکہ ہر صورت قتل کی سزا پوری کی جائے 23

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

عذر: رسول ﷺ کے علاوہ کوئی معافی نہیں دے سکتا 24
ہمارے معاشرے کی صورتحال 24
فیشن: ماورائے عدالت قتل کرنے والوں کو ہیرو بنا دینا 25
قائداعظم نے توہین رسالت کے نام پر قتل کرنے والے کی پیروی کی 26
کیا ماورائے عدالت قتل کو روکا جاسکتا ہے؟ 27
تبصرے اور تجاویز 27
سورۃ المائدہ آیت 33 کا غلط استعمال 29
سورۃ التوبہ، آیت 12 کا استعمال 30
حضرت عمر ابن الخطاب والی روایت سے دلیل پکڑنا 34
حضرت عمر والی یہ روایت علم درایت کی کسوٹی پر 35
سلمان تاثیر مرحوم کا قتل اسی ضعیف و منکر روایت کی وجہ سے ہوا ہے 36
خلاصہ 36

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

توہین رسالت کے موجودہ قانون کے متعلق دو انتہائی کڑوی حقیقتیں:

1. اب تک عدالت کے حکم کے تحت کسی توہین کر مرتکب شخص کو قتل نہیں کیا گیا ہے، مگر اس دوران میں دس افراد کو جیلوں میں ماورائے عدالت قتل کیا جا چکا ہے (لنک)
2. عیسائی برادری کے 110 کیسز میں سے ابتک 80 کیسز میں عدالتیں یہ فیصلہ سنا چکی ہیں کہ توہینِ رسالت کے جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں۔ مگر کڑوی حقیقت یہ ہے کہ یہ 80 معصوم اور بے گناہ لوگ اس توہین رسالت قانون کے تحت لگائے گئے الزام کی وجہ سے 8 تا 10 سال کی انتہائی ظالم قید پہلے سے ہی کاٹ چکے ہیں۔ عملی طور پر انکی زندگیاں اور انکے خاندان والوں کی زندگیاں تباہ ہو چکی ہیں اور انہیں معاشرے میں انتہائی نفرت کا سامنا ہے۔

یہ چیز "انسانیت" کے خلاف انتہائی ظلم ہے، مگر ہمارے علماء حضرات اس بات کے لیے تیار نہیں کہ اپنے بنائے ہوئے اس قانون میں ترامیم کریں۔ دیکھئیے یہ ویڈیو۔

اس آرڈیننس کی دو تعبیرات موجودہ دور کے علماء حضرات نے ایسی پیش کی ہیں جو کہ ثابت شدہ سنتِ نبوی کے براہ راست خلاف ہیں، اور یہ ہی اصل بگاڑ پیدا کر رہی ہیں:

1. پہلا یہ کہ چھوٹی سی چھوٹی بات پر بھی (اکثر حالات میں زبردستی توہین کا پہلو نکال کر) موجودہ آرڈیننس کے تحت قتل کی سزا ہو جاتی ہے۔
حالانکہ ثابت شدہ سنتِ نبوی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی باتوں پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے تھے، اور بجائے فوراً خون بہانے کے، اللہ تعالیٰ سے غیر مسلموں کے لیے ہدایت کی دعا فرماتے تھے۔
2. دوسرا یہ کہ موجودہ دور کے علماء حضرات کی پیش کردہ تعبیرات کے مطابق عفو و درگذر اور توبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
اگر کسی سے بھولے سے بھی کوئی غلطی ہو گئی ہے تو موجودہ آرڈیننس کے تحت اُسے معافی اور توبہ کا کوئی موقع نہیں ملے گا اور ہر حال میں اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بھی براہ راست ثابت شدہ سنتِ رسول سے متصادم ہے۔

اگر صرف ان دو چیزوں کی اصلاح کر لی جائے، تو اس آرڈیننس کا غلط استعمال کر کے شریر لوگ جو فتنہ پھیلا رہے ہیں، اُس کا مکمل تدارک ہو جائے گا۔
آیئے دیکھتے ہیں کہ علماء حضرات کا پیش کردہ موجودہ آرڈیننس کیونکر ثابت شدہ سنتِ نبوی سے متصادم ہیں۔

وہ واقعات جن سے علماء حضرات سبق نہیں سیکھتے

مسئلہ یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں علماء حضرات فقط یکطرفہ واقعات بیان کر رہے ہیں اور بقیہ وہ واقعات جو دوسرا نکتہ نظر پیش کر رہے ہیں، انہیں وہ مکمل نظر انداز کر جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ برا بھلا کہنے والے کا مسئلہ بھی یہ ہے کہ ایسی روایات موجود ہیں جو ایسے حالات میں دین میں رحمدلی دکھانے اور قتل کرنے کی بجائے اللہ سے ہدایت کی دعا کرنے کا پیغام دیتی ہیں۔ یہ ہماری قوم کی بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے علماء حضرات ان پر غور کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں، حالانکہ وہ بھی مکمل طور ثابت شدہ "سنتِ نبوی" ہے۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

پہلا: بوڑھی عورت کا کوڑا پھینکنے والا واقعہ

سب لوگوں کو اس واقعہ کا علم ہے اور یہ ہماری ہر نصاب کی کتابوں میں علماء حضرات نے شامل کی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ رحمت العالمین نے اس غیر مسلم بوڑھی عورت کو قتل کرنے کی بجائے مسلسل اس سے اچھا سلوک رکھا اور ایک دن اسی سلوک سے متاثر ہو کر وہ بوڑھی عورت مسلمان ہو گئی۔ یہ ہے دین میں رحم دلی دکھانا۔

تو اب علماء حضرات یا تو اس روایت سے کوئی سبق حاصل کریں، ورنہ پھر براہ مہربانی اسے درس کی نصابی کتب سے نکال دیں کیونکہ اسکو پڑھ کر ہم جیسے عام لوگ رسول اللہ ﷺ کو رحمت اللعالمین کی صورت میں دیکھنے لگتے ہیں اور علماء حضرات کا موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس ہمیں ہضم نہیں ہو پاتا۔ اور جب پھر ہم اس موجودہ آرڈیننس پر کسی قسم کی کوئی تنقید کرنا چاہیں تو فوراً فتوی آتا ہے کہ ہم تو سیکولر مغرب کی تقلید میں خود شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار ہو گئے ہیں، اور ہم اسلام کے غدار اور مغرب کے ایجنٹ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا: طائف کا واقعہ

بوڑھی عورت کا واقعہ جب ان حضرات کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو انکا بہانہ ہوتا ہے کہ شاید اُس وقت اسلام مکمل طور پر غالب نہ تھا اس لیے بوڑھی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔

مگر طائف کا یہ واقعہ ان حضرات کی تکذیب کر رہا ہے۔ طائف میں رسول اللہ ﷺ مغلوب نہ تھے بلکہ جبرئیل امین انکی مدد کے لیے آ گئے تھے اور آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتے تھے کہ ایک دفعہ اجازت دیجئے تو ان اہل طائف پر عذاب الہی نازل فرمایا جائے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس ہجو کی، بلکہ اس سے بڑھ کر تشدد کے نتیجے میں لہولہان ہونے کے باوجود اہل طائف کا مارا جانا پسند نہ کیا اور مسلسل اللہ سے انکی ہدایت کی دعا کرتے رہے۔ اب بتلایئے ہجو کرنا سنگین گناہ ہے یا پھر اللہ کے رسول ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دینا؟ مگر رحمت العالمین پھر بھی انکے خون کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم:

> حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک (دن) عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گذرا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عائشہ کا یہ سوال سن کر) فرمایا: تمہاری اس قوم کی طرف سے جو صورت حال پیش آئی تھی وہ احد کے دن سے کہیں زیادہ مجھ پر سخت تھی اور یہ عقبہ کے دن کا واقعہ ہے جب میں نے تمہاری اس قوم سے ایسی سخت اذیتیں اٹھائیں جن سے زیادہ سخت اذیتیں ان کی طرف سے عمر بھر مجھے کبھی نہیں پہنچیں ہوا یہ تھا کہ میں اس دن ابن عبد یالیل ابن کلال کے پاس پہنچا (اور اس کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی) لیکن اس نے میری (تلقین پر کوئی توجہ نہیں دی اور میں رنجیدہ و غمگین اپنے منہ کی سیدھ میں چل پڑا (اور چلتا ہی رہا) یہاں تک کہ قرن ثعالب پہنچ کر میرے حواس قابو میں آئے، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک (بڑا) ابر کا ٹکڑا ہے جو مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور پھر اچانک میری نظر اس ابر کے ٹکڑے میں جبرئیل علیہ السلام پر پڑی۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ آپ صلی اللہ

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

علیہ وسلم کے پروردگار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی بات سن لی اوراس کا وہ جواب بھی سن لیا جو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا سب معلوم ہے) اور اب اس (پروردگار) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتہ کو (جس کے سپرد تمام روئے زمین کے کوہ وجبل کی عملداری ہے) اس لئے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم (کی ہلاکت وتباہی اور ان تمام ظالموں کو پہاڑوں میں دبا دینے) کے بارے میں جو چاہیں حکم صادر فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھ کو (یا نبی! یا محمد! کہہ کر) مخاطب کیا اور سلام کرکے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی بات سن لی ہے، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، مجھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے فیصلہ کی تعمیل کا حکم دیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگوں پر ان دونوں پہاڑوں اخشبین کو الٹ دوں (جن کے نیچے دب کر سب کے سب نیست ونابود ہو جائیں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا (میں ان کی ہلاکت کا خواہاں نہیں ہو سکتا) بلکہ میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں سے ایسے لوگ پیدا فرمادے جو صرف اسی ایک خدا کی عبادت کریں اور کسی بھی چیز کو اس کا شریک قرار نہ دیں (بخاری ومسلم)

چنانچہ سوال ہے کہ آیا گستاخی کرنا زیادہ بڑا جرم ہے یا پھر رسول (ص) کو ایذا دینا، پتھر مارنا اور خون میں نہلا دینا؟ مگر اس کے باوجود اللہ کے رسول (ص) ان لوگوں پر گستاخی کا فتوی لگاتے ہوئے انکے قتل کا فتویٰ جاری نہیں کر رہے بلکہ صبر وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ سے ان لوگوں کو ہدایت دینے کی دعا کر رہے ہیں اور اس صبر وضبط کیوجہ یہ ہے کہ انشاء اللہ انہی لوگوں کی نسل سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو موحد ہوں گے۔ یہ بہت بڑا سبق ہے ان کے لیے جو عقل رکھتے ہیں اور سوچنے سمجھنے کے قابل ہیں۔

تیسرا: حضرت ابوہریرہ کی والدہ کا واقعہ

اور کیا آپ کو حضرت ابوہریرہ اور انکی مشرکہ والدہ کا واقعہ یاد ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے تو اس پر حضرت ابوہریرہ انہیں قتل کرتے تھے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے اسکا پتا چلنے پر انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے انکی والدہ کے لیے ہدایت کی اللہ سے دعا فرمائی۔

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ:۔

' اور حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو جو مشرکہ تھیں قبول اسلام کی تلقین کیا کرتا تھا، چنانچہ ایک دن میں نے ان کو (معمول کے مطابق) اسلام قبول کرنے کی تلقین کی تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے متعلق ایک ایسی بات کہی جو مجھے ناگوار گزری بلکہ میں تو اب بھی اس کو نقل کرنے کو گوارا نہیں کرتا۔ میں (اس بات سے مغموم اور رنجیدہ ہو کر کہ انہوں نے میرے سامنے ایسے الفاظ زبان سے نکالے ہیں اور ماں ہونے کی وجہ سے میں ان کی تادیب بھی نہیں کر سکتا) روتا

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

> ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اب تو آپ ہی اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما! میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بڑی خوش آیند امید لے کر (بارگاہ نبوت سے) واپس لوٹا اور جب اپنی والدہ کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے، لیکن میری والدہ نے میرے قدموں کی آواز سن لی تھی انہوں نے، (اندر سے آواز دے کر کہا کہ ' ابوہریرہ! وہیں ٹھہرو (یعنی ابھی گھر میں نہ آؤ) پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی" میری والدہ نے غسل کیا، کپڑا پہنا اور مارے جلدی کے دوپٹہ اوڑھے بغیر دروازہ کھول دیا اور (مجھے دیکھ کر) کہا، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں یہ دیکھتے ہی کہ میری پیاری ماں کو ہدایت مل گئی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، الٹے پاؤں لوٹا اور خوشی کے آنسو گراتا ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور میری والدہ کے اسلام پر شکر ادا کیا اور " اچھا فرمایا۔" (صحیح مسلم)۔

کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ اسوہ حسنہ ہمارے لیے سبق نہیں کہ ہمارے جذباتی بھائی چھوٹی سی بات پر بھی بھڑک اٹھ کر انسانی خون بہا دینے کی بجائے صبر و ضبط کا مظاہرہ کریں اور اللہ تعالی سے گمراہ لوگوں کی ہدایت کے لیے دعا مانگیں؟ (ادھر ہماری جذباتی بھائیوں کی حالت یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے محمد نامی ایک شخص کا وزیٹنگ کارڈ ردی کی ٹوکری میں ڈالا تو اُن بے چارے کو پکڑ کر انکے خلاف توہین رسالت کا پرچہ کٹوا کر انہیں زبردستی حوالات کے پیچھے پہنچا دیا)۔

چوتھا: حکم بن ابی العاص کو بھی رسول اللہ ﷺ کا بستر مرگ پر معاف کر دینا

چھوٹی موٹی بات تو ایک طرف رہی، اللہ کے رسول، رحمت اللعالمین ﷺ نے تو حکم بن ابی العاص جیسے شریر و گستاخِ رسول شخص کو بھی بستر مرگ پر معاف کر دیا تھا۔

حکم بن ابی العاص کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور انہیں طلقاء کہا جاتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنی کسی صحابی سے رازداری سے کوئی بات کرتے تھے تو یہ شخص انہیں چھپ کر سن لیتا تھا اور پھر آگے جا کر پھیلا دیتا تھا جس سے منافقین کو پہلے سے بہت سی باتوں کا علم ہو جاتا تھا۔

حکم بن ابی العاص رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلتے ہوئے انکی چال ڈھال کی اور چہرہ مبارک کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ اور نماز کے دوران بھی ہاتھ اور انگلیوں سے بُرے بُرے انداز بناتا تھا۔ یہ اتنی بڑی گستاخی تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو یہ حرکتیں ہوئے پکڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے ہی رہو۔ اس لعنت کے نتیجے میں وہ اُسی حالت میں ویسا کا ویسا ہی رہ گیا اور تا مرگ ایسا ہی رہا کہ اسکا منہ، چہرہ اور ہاتھ ہر وقت اس بری حالت میں ہلتے ہی رہتے تھے۔

بہر حال، حکم بن ابی العاص اس لعنت کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی ایک زوجہ کے گھر میں تھے کہ یہ خاموشی سے آکر دروازے کے سوراخ سے جھانکنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسکو پہچان لیا۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کون ہے جو مجھے اس گندے شخص سے بچائے گا؟ پھر آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ یہ شخص اور اسکی آل اولاد ہرگز اس شہر میں نہیں رہ سکتی جس میں میں موجود

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

ہوں، اور اسکے بعد آپ نے اسکو بمع اسکے بیٹے مروان بن الحکم کے طائف کی طرف شہر بدر کر دیا۔
اہم بات یہ ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو قتل نہیں کروایا بلکہ صرف شہر بدر کیا۔
اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ بستر مرگ پر اسے معاف بھی کر دیا۔
حضرت عثمان بن عفان نے رسول اللہ ﷺ سے اسکی سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسکو بستر مرگ پر معاف کر دیا۔ مگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے اسکو اپنے دور میں مدینہ نہیں آنے دیا کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان سے اس معافی کے وقت کا گواہ طلب کیا تھا جو موجود نہ تھا۔ مگر جب حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے حکم بن ابی العاص اور اسکے بیٹے مروان بن حکم کو واپس مدینہ بلا لیا۔
نتیجہ:
اب ذرا حکم بن ابی العاص کا موازنہ آپ آسیہ بی بی کی کیس سے کریں۔ حکم بہت بد بخت شخص تھا اور اگر کوئی مارے جانے کے قابل تھا تو وہ یہ شخص تھا۔ اس نے ایسے ملعون فعل ادا کیے کہ پہلے یہ ہزار بار قتل ہو تو پھر کہیں جا کر آسیہ بی بی جیسوں کی باری آسکتی ہے۔
اور سلمان تاثیر مرحوم کی تو بات ہی نہ کریں کیونکہ وہ تو ہرگز توہینِ رسالت کے مرتکب نہ تھے۔ لہذا ان کا تو موازنہ حکم بن ابی العاص سے کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ان پر علماء حضرات اور انکے حامیوں کی طرف سے انتہائی غلط الزام ہے کہ انہوں نے کوئی توہینِ رسالت کی ہے اور اس پاداش میں انہیں قتل کر دیا جائے یا پھر انکی نمازِ جنازہ ادا نہ کی جائے۔

جس طرح علماء حضرات اور انکے حامیوں نے سلمان تاثیر مرحوم پر ہر صورت الزام رکھ کر انہیں شہید کیا ہے، اس پر بھیڑ کے بچے اور بھیڑیے کی کہانی یاد آ جاتی ہے جب بھیڑیے کو ہر صورت کوئی نہ کوئی الزام لگا کر بھیڑ کے بچے کو کھا جانا تھا۔ چنانچہ پہلے الزام لگاتا ہے کہ تو میرا پانی گندا کر رہا ہے۔ بھیڑ کا بچہ جواب دیتا ہے کہ میں پانی کیسے گندا کر سکتا ہوں جبکہ وہ تمہاری طرف سے بہتا ہوا میرے پاس آ رہا ہے۔ اس پر بھیڑیا دوسرا بہانہ بناتا ہے کہ تو نے پھر پچھلے سال میرا پانی گندا کیا تھا۔ بھیڑ کا بچہ جواب دیتا ہے کہ پچھلے سال تو وہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس پر بھیڑیا کہتا ہے کہ پھر وہ تیری ماں ہو گی، اور یہ کہہ کر وہ بھیڑ کے بچے کو ہڑپ کر جاتا ہے۔
اللہ کی قسم ہمارے مذہبی طبقے نے یہی بھیڑیے والے خصلت دکھائی ہے سلمان تاثیر مرحوم کے معاملے میں اور اسکے لیے انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

پانچواں: عبد اللہ ابن ابی کی شانِ رسالت میں گستاخی پر سزا کا نہ دیا جانا

اب عبد اللہ ابن ابی کے قصے کو یہ حضرات کہاں فٹ کریں گے؟ اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخی کی۔ اس گستاخی پر نہ رسول اللہ ﷺ نے اسکے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی وہاں پر موجود مسلمانوں نے اسے قتل کیا۔ اور اللہ نے بھی اسکے قتل کا حکم نہیں دیا اور آیت تو نازل ہوئی مگر وہ اسے قتل کرنے کی نہیں تھی بلکہ یہ تھی کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروا دو۔
صحیح بخاری، کتاب الصلح:

ہم سے مسدد نے بیان کیا کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہا میں نے اپنے باپ سے سنا کہ انسؓ نے کہا لوگوں نے نبی ﷺ کو

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

رائے دی اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے چلیں تو بہتر ہے یہ سن کر آپؐ ایک گدھے پر سوار ہو کر اس کے پاس گئے مسلمان آپؐ کے ساتھ چلے وہاں کی زمین کھاری تھی جب آپ اس (عبداللہ ابن ابی) کے پاس پہنچے تو وہ رسول ﷺ کو کہنے لگا کہ چلو پرے ہٹو تمہارے گدھے کی بدبو نے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ یہ سن کر ایک انصاری (عبداللہ بن رواحہ) بولے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے اس پر عبداللہ کی قوم کا ایک شخص (صحابی) غصے ہوا۔ دونوں میں گالی گلوچ ہوئی اور دونوں طرف کے لوگوں کو غصہ آیا اور وہ چھڑیوں، ہاتھوں اور جوتوں سے آپس میں لڑ پڑے۔ انسؓ نے کہا ہم کو یہ بات پہنچی کہ (سورت حجرات کی آیت وَاِن طَائِفَتَانِ مِنَ المُؤمِنِینَ اقتَتَلُوا فَاَصلِحُوا بَینَھُمَا) اسی بات میں اتری۔ (یعنی مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروا دو)۔

عبداللہ ابن ابی نے رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں براہ راست یہ گستاخی کی، مگر رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا اور فوراً ہی اسکے قتل کے درپے نہیں ہو گئے اور اگرچہ کہ دو مسلمان گروہوں میں ابتدائی طور پر جھگڑا ہوا، مگر رسول اللہ ﷺ کی اس صبر و تحمل کی وجہ سے یہ جھگڑا ختم ہو گیا۔

چھٹا: قرآن کی گواہی کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے تھے

سورہ نساء(۴) کی آیت ۴۶ میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے یہود کی اس گستاخانہ روش کا ذکر کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے وقت 'راعنا' (ہماری رعایت فرمایے) کے لفظ کو اس طرح بگاڑ کر ادا کرتے کہ وہ سب و شتم کا ایک کلمہ بن جاتا [رَاعِنَا کے معنی ہیں، ہمارا لحاظ اور خیال کیجئے۔ بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اس لفظ کا استعمال کر کے متکلم کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا، لیکن یہودی اپنے بغض و عناد کی وجہ سے اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر استعمال کرتے تھے جس سے اس کے معنی میں تبدیلی اور ان کے جذبہ عناد کی تسلی ہو جاتی، مثلاً وہ کہتے رَعِینَا (اَحمق) وغیرہ۔ اسی طرح وہ السلامُ علیکم کی بجائے السامُ علیکم (تم پر موت آئے) کہا کرتے تھے۔]۔ اسی طرح وہ آپ کو مخاطب کر کے 'اِسمَع غَیرَ مُسمَعٍ' (سنو، تمھیں سنائی نہ دے) کے بد دعائیہ کلمات بھی کہتے۔ قرآن مجید نے یہاں ان کی اس روش پر کوئی قانونی سزا تجویز نہیں کی اور عہد رسالت، عہد صحابہ اور اسلامی تاریخ میں بھی اس نوعیت کے واقعات پر صرف نظر اور تحمل و برداشت کا حکیمانہ رویہ اختیار کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

ساتواں: قرآن کی ہدایت کہ مسلمان اہل کتاب و مشرکین کی بدگوئی پر صبر و ضبط کا مظاہرہ کریں

یہود و مشرکین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسی بدگوئیاں کرتے تھے جن سے مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچتی تھی۔ مگر اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو حکم جاری ہو رہا ہے کہ وہ صبر اختیار کریں۔

[جوناگڑھی، سورۃ آل عمران 3:186] ---اور یہ بھی یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں سننا پڑیں گی۔ اور اگر تم صبر کر لو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں صلاح الدین صاحب (قرآن بمع ترجمہ و تفسیر، شاہ فہد پرنٹنگ پریس) لکھتے ہیں:

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہ نبی ﷺ ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مختلف انداز سے طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح مشرکین عرب کا حال تھا۔ علاوہ ازیں مدینہ میں آنے کے بعد منافقین بالخصوص ان کا رئیس عبد اللہ بن ابی بھی آپ ﷺ کی شان میں استخفاف کرتا رہتا تھا۔ آپ ﷺ کے مدینہ آنے سے قبل اہل مدینہ اسے اپنا سردار بنانے لگے تھے اور اس کے سر پر تاج سیادت رکھنے کی تیاری مکمل ہو چکی تھی کہ آپ ﷺ کے آنے سے اس کا یہ سارا خواب بکھر کر رہ گیا جس کا اسے شدید صدمہ تھا۔ چنانچہ انتقام کے طور پر بھی یہ شخص آپ ﷺ کے خلاف سب و شتم کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کو عفو و درگذر اور صبر اور تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ داعیان حق کا اذیتوں اور مشکلات سے دوچار ہنا اس راہ حق کے ناگزیر مرحلوں میں سے ہے اور اس کا علاج صبر فی اللہ، استعانت باللہ اور رجوع الی اللہ کے سوا کچھ نہیں۔

آٹھواں: "صحیح" حدیث کہ اسلام میں قتل کی سزا صرف تین صورتوں میں

صحیح بخاری، کتاب الدیات:

(ابو قلابہ فرماتے ہیں) میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجز تین حالتوں کے کسی اور حالت میں کسی کو قتل نہیں کیا، ایک وہ جو قصاص میں قتل کیا گیا، جس نے شادی شدہ ہو کر زنا کیا، یا وہ جس نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، اور اسلام سے پھر گیا۔

یہی روایت دیگر مستند کتابوں (صحیح مسلم، سنن ابو داوٗد، مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی۔۔۔) میں حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ ابن مسعود حضرت عثمان ابن عفان سے مختلف اسناد سے مروی ہے۔

اب حضرت عائشہ، عبد اللہ ابن مسعود، حضرت عثمان وغیرہ نے پوری مدنی زندگیاں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گذاری ہیں۔ ساتھ میں یہ بڑے پائے کے فقیہ بھی ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہوتا جس میں گستاخی رسول پر کسی کو قتل کیا گیا ہوتا تو وہ واقعہ یقیناً ان لوگوں کی نظر میں ہوتا۔

نواں: مرتد کو بھی معافی و توبہ کہ گنجائش دی جاتی ہے

موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس میں کوئی گنجائش نہیں ہے کہ توہین رسالت کا مرتکب کو معافی و توبہ کہ کوئی چھوٹ دی جائے۔ اگر کسی نے بھولے سے بھی کوئی ایسا کام کر دیا ہے جس سے توہین رسالت کا کوئی پہلو نکلتا ہے تو اسے موجودہ آرڈیننس کے تحت ہر صورت قتل کر دیا جائے گا۔

جبکہ اسلام میں مرتد ہو جانے والے شخص کو بھی یہ گنجائش ہے کہ اُسے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے کیے پر توبہ کر لے تو اس پر سزا جاری نہیں کی جاتی۔ اور اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اُسے تو ہرگز قتل نہیں کیا جاتا بلکہ قید میں رکھا جاتا ہے۔

مگر توہین رسالت کے موجودہ آرڈیننس میں مرد تو ایک طرف رہے، عورتوں کو بھی کسی صورت معافی کی کوئی گنجائش نہیں اور انہیں ہر صورت قتل کر

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

دیا جائے گا۔

دسواں: امام ابو حنیفہ، امام ثوری اور اہل کوفہ کا مذہب کہ توہینِ رسالت کی سزا موت نہیں

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں سورۃ توبہ کی آیت 12 کے ذیل میں، اور عون المعبود میں "باب الحکم فیمن سب النبی" کے ذیل میں امام المنذری کے حوالے درج ہے کہ:

> أباحنيفة والثوري وأتباعهما من أهل الكوفة فإنهم قالوا: لايقتل، ماهوعليه من الشرك أعظم، ولكن يؤدب ويعزر. والحجة عليه قوله تعالى: "وإن نكثوا" الآية.

یعنی امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری اور انکی اتباع میں اہل کوفہ کا قول ہے کہ شاتم رسول (ص) کو قتل کی سزا نہیں دی جائے گی، ان کی دلیل یہ ہے کہ مشرک کو شرک کے جرم میں قتل کرنا جائز نہیں حالانکہ شرک سب سے بڑا جرم ہے۔ بلکہ (قتل) کی بجائے انہیں ادب سکھایا جائے اور تعزیر لگائی جائے (یعنی ہلکی سزا جس کا فیصلہ حکومتِ وقت کرے)۔ اور انہوں نے حجت پکڑی ہے اللہ تعالی کے اس قول سے "وان نکثوا" والی آیت۔

اور سورۃ توبہ کی یہ آیت نمبر 12 یہ ہے:

> وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ﴿009:012﴾
>
> [محمود الحسن] اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں تا کہ وہ باز آئیں۔

تفسیر صلاح الدین (شاہ فہد پرنٹنگ پریس کا شائع کردہ) میں اس آیت کے ذیل میں درج ہے:۔

> اس سے احناف نے استدلال کیا ہے کہ ذمی (اسلامی مملکت میں رہائش پذیر غیر مسلم) اگر نقض عہد نہیں کرتا۔ البتہ دین اسلام میں طعن کرتا ہے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن نے اس سے قتال کے لیے دو چیزیں ذکر کی ہیں اس لیے جب تک دونوں چیزوں کا صدور نہیں ہو گا وہ قتال کا مستحق نہیں ہو گا۔

گیارھواں: فقہائے احناف کا فتوی کہ سزا صرف "عادی" اور "معمول بنا لینے" والے مجرم کو دی جائے

فقہاے احناف کے نزدیک اس جرم کے مرتکب کی سزا قتل نہیں اور عام حالات میں کسی کم تر تعزیری سزا پر ہی اکتفا کی جائے گی، البتہ اگر کوئی غیر مسلم اس عمل کو ایک "عادت" اور "معمول" کے طور پر اختیار کر لے تو اسے موت کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔

حوالہ: ابن عابدین، رسائل ابن عابدین ۱/۳۵۴

ہمارے ملک میں احناف اکثریت میں ہیں۔ مگر آجکل مذہبی طبقات میں فیشن بن گیا ہے کہ توہینِ رسالت کے نام پر بس فوراً قتل کر دو۔ اسی لیے

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

موجودہ احناف علماء بھی اپنے اسلاف کے فتوے کو چھوڑ کر آج اس فیشن کی پیروی میں لگ گئے ہیں۔

موجودہ آرڈیننس کے غلط استعمال کو کسی صورت نہیں روکا جاسکتا

سلف فقہائے احناف کا اوپر بیان کردہ فتوی حق بات کے بہت قریب تر ہے۔ اور یہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے اُن تمام فتنوں پر قابو پایا جاسکتا ہے جو کہ موجودہ آرڈیننس کی خرابی کے باعث معاشرے میں پیدا ہو رہے ہیں اور اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

موجودہ آرڈیننس کے حامی حضرات بڑا کہتے رہتے ہیں کہ انکا بنایا ہوا قانون بالکل صحیح ہے اور سارا قصور حکومت اور عدالتوں کا ہے اور اگر وہ اس قانون کو صحیح طرح سے لاگو کریں تو یہ فتنے پیدا نہیں ہوں گے۔

یہ لوگ لاکھ تمام غلطی حکومت اور عدالتوں کی جھولی میں ڈالتے رہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بذاتِ خود انتہائی غلطی پر ہیں۔ یہ حکومت کی غلطی ہے اور نہ عدالتوں کی، بلکہ موجودہ آرڈیننس میں بذات خود یہ سقم موجود ہے کہ شریر لوگ اس کو کھلونا بنا کر دوسروں سے اپنی ذاتی دشمنیاں بہت آرام سے نکالتے ہیں اور بدنام ہوتا ہے بے چارہ دینِ اسلام۔ آپ جس مرضی کو لا کر حکومت اور عدالتوں میں بٹھا دیں، مگر موجودہ حالت میں آپ اس قانون کے غلط استعمال کو نہیں روک سکتے۔

جبکہ فقہائے احناف کے بیان کردہ طریقے کے مطابق اگر آرڈیننس میں "عفو و درگذر اور توبہ" کا دروازہ کھلا ہو، اور پہلی مرتبہ میں ہی "فوراً" ہی قتل نہ کر دیا جائے، تو پھر یہ سقم خود بخود دور ہو جائیں گے اور کوئی شریر انسان انکو اپنی ذاتی دشمنیاں نکالنے کے لیے ہرگز استعمال نہیں کر سکے گا۔ نہ کسی بے گناہ کو قتل کیا جائے گا، اور نہ محمد رحمت اللعالمین ﷺ کا دین بدنام ہو گا۔

بہت ضروری ہے کہ فقہائے احناف کی ان پیش کردہ صحیح تعبیرات کو موجودہ آرڈیننس کا حصہ بنایا جائے تاکہ موجودہ دور کے علماء حضرات نے جو غلط تعبیرات عدالتوں کے حوالے کی ہوئی ہیں، انکا خاتمہ ہو سکے اور کسی بے گناہ کو سزا نہ ہونے پائے۔

موجودہ آرڈیننس کے حامیان کے دلائل کا تجزیہ

یہ حضرات موجودہ آرڈیننس کے حق میں جو دلائل پیش کرتے ہیں، وہ مجموعی طور پر تین اقسام کے ہیں۔

1. پہلے وہ واقعات جو کہ جھوٹے اور "گھڑے" ہوئے ہیں، یا پھر ایسے واقعات کہ جن کی کوئی سند ہی نہیں ہے۔ [یاد رکھیے کہ علماء نے ہی یہ اصول وضع کیے ہیں کہ شریعت کے معاملے میں ایسے کمزور واقعات کو بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا، مگر افسوس کہ اس کیس میں موجودہ دور کے علماء حضرات خود اپنے بنائے ہوئے اس اصول پر کاربند نہیں ہیں]
2. دوسرے وہ واقعات جن کا تعلق براہ راست موجودہ آرڈیننس سے نہیں ہے، اور وہاں کفار کو جو سزا رسول اللہ ﷺ نے دی تھی، اسکی وجہ ایک آدھ مرتبہ توہینِ رسالت کرنا نہیں بلکہ اس کی بنیادی وجہ اسلام کے خلاف سازشیں کرنا، لوگوں کو اسلام کے خلاف اکسانا اور مسلمانوں کو عملی نقصان پہنچانا تھا۔
3. تیسرے وہ واقعات ہیں جو کہ واقعی توہین رسالت سے مخصوص ہیں، مگر انکی تفصیل دیکھنے کے بعد پتا چلتا ہے کہ یہ بھی موجودہ توہینِ رسالت

آرڈیننس کے خلاف جا رہے ہیں۔
آیئے ان تین قسم کے واقعات کی تفصیل دیکھتے ہیں تاکہ تمام تر شکوک رفع ہو جائیں۔ انشاءاللہ۔

پہلا: ضعیف واقعات جن سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی

عصماء بنتِ مروان کا واقعہ اور اس میں کی جانے والی خیانت و بد دیانتی

عصماء بنتِ مروان کا واقعہ یہ ہے:

> عصما بنت مروان رسول ا کو ایذاء اور تکلیف دیا کرتی تھی۔ اسلام میں عیب نکالتی اور نبی ا کے خلاف لوگوں کو اکساتی تھی۔ عمیر بن عدی الخطمی، جو کہ نابینا (اندھے) تھے، ان کو جب اس عورت کی باتوں اور اشتعال انگیزی کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں نذر مانتا ہوں اگر تو نے رسول ا کو بخیر و عافیت مدینہ منورہ لوٹا دیا تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا۔ رسول ا اس وقت بدر میں تھے۔ جب آپ ا غزوہ بدر سے تشریف لائے تو عمیر بن عدی آدھی رات کے وقت اس عورت کے گھر میں داخل ہوئے تو اس کے ارد گرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے۔ <u>ایک بچہ اس کے سینے پر تھا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی۔ عمیر نے اپنے ہاتھ سے اس عورت کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر نے بچے کو اس سے الگ کر دیا</u> پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ تلوار اس کی پشت سے پار ہو گئی۔ پھر نماز فجر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کی جب نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عمیر کی طرف دیکھ کر فرمایا کیا تم نے بنت مروان کو قتل کیا ہے؟ کہنے لگے۔ جی ہاں۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔

یہ وہ روایت ہے جو مسلمانوں پر بہت سخت ہے اور اسلام مخالفین ہر جگہ اسے بیان کر کے ثابت کر رہے ہوتے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسولِ خدا انتہائی بے رحم اور ظالم شخص تھے اور ان کے اصحاب کو اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس بات کا انتظار کر لیں کہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پی کر فارغ ہی ہو جائے، بلکہ اُس دودھ پیتے بچے کو الگ کر کے اُسی وقت اُس کی ماں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔
حیرت کی بات ہے کہ یہ صحابی نابینا تھے، مگر اسکے باوجود اس عورت کے گھر تک اکیلے پہنچ جاتے ہیں، پھر اکیلے اندھیرے میں اس انجان گھر میں اس عورت کو اندھیرے میں چیزوں کو ٹٹولتے ہوئے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور اس پورے وقت میں کسی گھر والے کی آنکھ نہیں کھلتی۔ پھر ایک عورت ملتی ہے اور ٹٹولنے پر پتا چلتا ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ پھر اس دودھ پیتے بچے کو زبردستی الگ کیا جاتا ہے مگر پھر بھی ماں جاگتی ہے اور نہ کوئی اور گھر والا (اگر کسی دودھ پیتے بچے کو الگ کیا جائے تو وہ فوراً رونا شروع کر دیتا ہے)۔
اور پھر یہ صحابی تقریباً اندھے تھے اور ساتھ ہی ساتھ آدھی رات کا گھپ اندھیرا بھی تھا۔ تو پھر انہیں کیسے یقین ہوا کہ جس عورت کو وہ قتل کرنے جا رہے ہیں وہ کوئی اور نہیں بلکہ عصماء بنت مروان ہی ہے؟
آپ لوگوں کو حیرت ہو گی کہ ایک طرف تو علماء حضرات اس روایت کو بغیر کسی تنقید کے عام مسلمانوں کو سنا رہے ہوتے ہیں، مگر دوسری طرف ایسے

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

ڈسکشن فورمز ہیں جہاں پر اسلام مخالفین جب اس روایت کو پیش کر کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ﷺ ایسے ظالم شخص تھے کہ دودھ پیتے بچے کو الگ کر کے اسکی ماں کو قتل کر دیتے ہیں، تو جواب میں مسلمان علماء کا ہی گروہ ہے جو اس روایت کا انکار کر رہا ہوتا ہے اور اسے مکمل جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایت قرار دے رہا ہوتا ہے۔

مثلا الشیخ ناصر الدین الالبانی صاحب اس روایت کو اپنی کتاب "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ، روایت نمبر 6013" کے ذیل میں نقل کیا ہے (یعنی انکے نزدیک یہ روایت ضعیف اور جھوٹی گھڑی ہوئی روایت ہے)۔

اور ابن عدی، علامہ ابن جوزی اور ابن معین نے کہا ہے کہ اس روایت کا ایک راوی "محمد بن الحاج" ہے جو کہ جھوٹی حدیث گھڑا کرتا تھا اور کذاب اور خبیث تھا، چنانچہ یہ روایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے۔

آج جو ہم اپنے مسلم معاشرے میں انتہا پسندی دیکھ رہے ہیں، اسکی ایک وجہ ایسی جھوٹی روایات کا عوام کو سنا سنا کر انہیں برین واش کرنے کی وجہ سے بھی ہے، کیونکہ اس روایت پر یقین لانے کے بعد ایک عام مسلمان کے دل میں رحمدلی کا کوئی تھوڑا بہت جذبہ بھی باقی رہ جائے کیونکہ اگر ایک دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ہونے والے خون کو اگر کچھ منٹوں کے لیے نہیں ٹال سکا تو پھر کسی اور پر رحم کھانا تو ناممکن ہی ہے۔ انہی واقعات کی وجہ سے "ماورائے عدالت" قتل کرنا آج فیشن کی صورت میں پھیلتا ہوا آپ کو نظر آ رہا ہے۔

یہاں پر موجودہ دور کے ہمارے علماء دو طریقوں سے "تضادات" اور خیانت و بددیانتی کا شکار نظر آتے ہیں۔ پہلا تضاد نظر آتا ہے جب علماء حضرات اس ظالم روایت کو بغیر کسی تنقید کے عام عوام کے ذہنوں میں بٹھا کر انہیں برین واش کر رہے ہوتے ہیں، جبکہ انہی علماء کا ایک طبقہ اسلام پر تنقید کرنے والوں کو کہہ رہا ہوتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہے۔

اور دوسرا تضاد اور ڈبل سٹینڈرڈ نظر آتا ہے جب صدیوں سے علماء نے یہ اصول وضع کیا ہوا ہے کہ جھوٹی گھڑی ہوئی روایت تو ایک طرف رہی، "ضعیف" روایت کو بھی اسلامی شریعت کا اصول بناتے ہوئے بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہاں یہ اصول ٹوٹ جاتے ہیں اور جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایت بھی زور و شور سے عوام کے ذہنوں میں بٹھائی جا رہی ہوتی ہے۔

ایسے ہی ضعیف واقعات میں ابو عفک یہودی اور انس بن زنیم کا واقعہ بھی ہے جسکی اسناد اس قابل نہیں کہ ان کو بذات خود علماء حضرات کے وضع کیے ہوئے اصولوں کے مطابق بطور حجت پیش کیا جا سکے۔

حضرت عمر ابن الخطاب کا واقعہ

دوسرا: وہ واقعات جن میں قتل کی وجہ صرف گستاخی رسول نہ تھی

ان واقعات پر نظر ڈالیں تو اس سے یہ سبق ملے گا کہ:-

1. ان کفار کے قتل کی بنیادی وجہ ایک آدھ مرتبہ کی جانے والی گستاخی نہ تھی۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

2. بلکہ وہ اس سے زبانی کلامی "ہجو" سے بڑھ کر "عملی" طور پر مسلمانوں کے لیے خطرناک سازشیں کر رہے تھے اور دیگر کفار اور قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے تھے۔

بہت اہم سوال یہ ہے کہ مکہ اور طائف اور خیبر وغیرہ میں ہزاروں نہیں تب بھی سینکڑوں ایسے کفار تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معاذ اللہ ہجو کی اور جواب میں شاعر رسول حسان بن ثابت بھی اشعار کے ذریعے ان لوگوں کو جواب دیتے تھے۔ مگر جب خیبر و مکہ و طائف وغیرہ فتح ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ایسے تمام کے تمام لوگوں کے قتل عام کا حکم نہیں دیا کہ جنہوں نے انکی ہجو کی تھی، بلکہ چُن کر کُل پانچ افراد کو قتل کیا گیا۔

کعب بن اشرف یہودی کا واقعہ

اس کا واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ کعب بن اشرف ایک سرمایادار متعصب یہودی تھا اسے اسلام سے سخت عداوت اور نفرت تھی جب مدینہ منورہ میں بدر کی فتح کی خوش خبری پہنچی۔ تو کعب کو یہ سن کر بہت صدمہ اور دکھ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اگر یہ خبر درست ہے کہ مکہ کے سارے سردار اور اشراف مارے جاچکے ہیں تو پھر زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے۔ جب اس خبر کی تصدیق ہو گی تو کعب بن اشرف مقتولین کی تعزیت کے لئے مکہ روانہ ہوا مقتولین پر مرثیے لکھے۔ جن کو پڑھ کر وہ خود بھی روتا اور دوسروں کو بھی رلاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتال کے لئے لوگوں کو جوش دلاتا رہا۔ مدینہ واپس آکر اس نے مسلمان عورتوں کے خلاف عشقیہ اشعار کہنے شروع کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں بھی اشعار کہے۔ کعب مسلمانوں کو مختلف طرح کی ایذائیں دیتا۔ اہل مکہ نے کعب سے پوچھا کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین۔ تو اس نے جواب دیا کہ تمہارا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بہتر ہے۔ اسکا سب سے بڑا فتنہ یہ تھا کہ یہ قریش کے کفار کو مسلمانوں کے جنگ کرنے کے لیے ابھارتا تھا، اور اگر وہ اپنی سازشوں میں کامیاب ہو جاتا تو اس سے مسلمانوں کا بہت جانی نقصان ہوتا۔ اس لیے اس کی شرارتوں کا خاتمہ کرنے کے لیے مجبوراً ماہ ربیع الاول سنہ 3 ہجری میں یہ قدم اٹھایا گیا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر سعد بن معاذ نے لوگوں کو جمع کیا اور پھر محمد بن مسلمہ اور چند مجاہدین کو اسکے پاس روانہ کیا گیا۔ انہوں نے اسکے پاس جا کر پہلے رسول اللہ ﷺ کی (معاذ اللہ) برائیاں شروع کر دیں تا کہ اسے بھلا پھسلا کر اسکے گھر اور قوم سے دور لے جائیں، اور پھر موقع ملتے ہی اسے قتل کر دیا۔

مدینہ اور خیبر اور آس پاس کے علاقوں میں ایسے کئی کفار و یہودی تھے جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے، مگر کعب بن اشرف یہودی کو یہ خطرہ مول لے کر اس لیے نشانہ بنایا گیا کیونکہ اسکی "عملی" سازشوں سے مسلمانوں کو جانی خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور اسکے اکسانے کی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام کے خلاف ہوتے جارہے تھے۔

اور آخر میں یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ کعب بن اشرف نے جب پہلی مرتبہ گستاخی رسول کی تو اس پہلی مرتبہ پر ہی اس کو قتل کرنے کے لیے مجاہدین کو روانہ نہیں کیا گیا، بلکہ کعب بن اشرف نے رسول اللہ ﷺ کو بُرا بھلا کہنا اپنی "عادت" اور "معمول" بنائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس لحاظ سے بھی موجودہ آرڈیننس کی یہ تعبیر ہر لحاظ سے غلط ہے کہ کوئی غیر مسلم اگر غصے میں آکر کوئی چھوٹی موٹی بات بھی غلطی سے منہ سے نکال دے تو فوراً اُس پر قتل کا

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

فیصلہ صادر کردو۔

ابورافع یہودی کا واقعہ

اس ابورافع کا جرم بھی صرف یہ نہیں تھا کہ اس نے رسول ﷺ کی ہجو کی تھی، بلکہ اسکا جرم اس سے بڑھ کر تھا اور یہ مسلمانوں کے خلاف عملی سازشوں میں ملوث تھا جس سے عملا مسلمانوں کو جانی نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ صحیح بخاری میں اسکا ذکر یوں ہے:۔

> ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ کو بھیجا اور عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔ یہ ابو رافع حضور ﷺ کو ایذا دیا کرتا تھا اور آپ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں وہ رہا کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، ابورافع یہودی کے قتل کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اچانک چھاپہ مار کاروائی کی جا سکتی ہے جن سے مسلمانوں کو انتہائی درجہ کی اذیتیں لاحق ہو رہی ہوں۔

چنانچہ ابورافع کی روایت سے بھی موجودہ توہین رسالت آرڈیننس ثابت نہیں ہو رہا ہے۔

ابن اخطل کا واقعہ

ابن خطل کے بارہ میں علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ:

> ابن اخطل مسلمان تھا مگر پھر مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا۔ جو اس کا خدمت گار تھا، (فتح الباری) نیز اس نے ایک پیشہ ور گانے والی لڑکی پال رکھی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام اور اسلام کے احکام و شعائر کی ہجو کرتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ اس بات سے حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی یہ استدلال کرتے ہیں کہ حرم مکہ میں قصاص اور حدود سزائیں جاری کرنا جائز ہے، حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، امام صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن خطل کے قتل کا حکم اس لئے دیا کہ وہ مرتد ہو گیا تھا، تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قصاص کے طور پر قتال کرایا تو پھر یہ کہا جائے گا کہ اس کا قتل اس خاص ساعت میں ہوا ہو گا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زمین حرم مباح کر دی گئی تھی۔

ابن اخطل کے قتل کی بنیادی وجہ اسکا مرتد ہونا اور اسکا ایک مسلمان کو قتل کر دینا تھا۔ پھر ابن اخطل نے اپنی "عادت" اور "معمول" بنا رکھا تھا کہ وہ

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے شان میں بیہودہ باتیں کرتا تھا اور لوگوں کو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے اکساتا تھا۔ فتح مکہ کے وقت وہاں ایسے بے تحاشہ لوگ موجود تھے جنھوں نے رسول اللہ ص کی شان میں گستاخیاں کی تھیں، مگر ابن اخطل کے لیے خاص طور پر احکامات اس لیے جاری ہوئے کیونکہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا۔

چنانچہ ابن اخطل کے قتل سے بھی موجودہ آرڈیننس کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ابن اخطل کے قتل کے حوالے سے یہ روایت بھی اہم ہے اور اسکی وجوہات پر روشنی ڈالتی ہے (لنک)۔

> زکریا بن یحیی، اسحاق بن ابراہیم، علی بن حسین بن واقد، وہ اپنے والد سے، یزید نحوی، عکرمۃ، ابن عباس سے روایت ہے کہ خداوند قدوس نے اس فرمان مبارک میں کہ (اِنَّمَا جَزَاۗءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) آخر تک یہ آیت مشرکین کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے جو ان لوگوں میں سے توبہ کرے گرفتار کیے جانے سے قبل تو اس کو سزا نہیں ہوگی اور یہ آیت مسلمان کے واسطے نہیں ہے اگر مسلمان قتل کرے یا ملک میں فساد برپا کرے اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرے پھر وہ کفار کے ساتھ شامل ہو جائے تو اس کے ذمہ وہ حد ساقط نہیں ہوگی (اور جس وقت وہ شخص اہل اسلام کے ہاتھ آئے گا تو اس کو سزا ملے گی)۔

فتح مکہ پر قتل کرنے کے واقعہ سے احتجاج کرنا درست نہیں

موجودہ آرڈیننس ثابت کرنے کے لیے فتح مکہ پر 5 افراد کے قتل کیے جانے کا استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے احتجاج کرنا درست نہیں کیونکہ وہاں بھی اصل مسئلہ ایک آدھ مرتبہ کی گئی توہین رسالت کا نہیں تھا بلکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محاربہ، فساد فی الارض اور بدعہدی کا تھا۔

اہل مکہ کے معاملہ میں بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ اگر کوئی قبیلہ یا شہر والے اپنا معاہدہ توڑ دیتے اور مخالفین کی مدد کرتے تھے، تو پھر انکی شرارت کے بعد جب وہ مفتوح ہوتے تھے تو اس بدعہدی اور شرارت کے نتیجے میں حق بن جاتا تھا کہ ان سے قصاص لیا جائے۔

بنو قینقاع کو شہر بدر کرنا:

انہوں نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا اور معاہدہ شکنی کی۔ جواب میں ان پر حملہ کیا گیا اور انکی ابتدائی سزا قتل پائی، مگر انکے چونکہ انصار کے قبیلے خزرج سے بہترین تعلقات تھے لہذا حالات کے تحت انہیں انکے علاقے سے علاقہ بدر کر دیا گیا۔

بنو قریظۃ کا قتل:

پہلے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیا۔ مگر جب جنگ خندق جاری تھی تو انہوں نے کفار مکہ سے بات چیت شروع کر دی اور یوں معاہدہ شکنی کی۔ جواب میں جنگ خندق کے بعد انکو عہد شکنی کی سزا دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فوج کشی کی اور انہوں نے محاصرے کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ انکی سزا قتل پائی۔

اہل مکہ کی بدعہدی

اہل مکہ سے صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے بدعہدی کی۔ ابن کثیر الدمشقی سورۃ توبہ کی آیت 7 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

"صلح حدیبیہ دس سال کے لیے ہوئی تھی۔ ماہ ذی القعدہ سنہ ٦ ہجری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کو نبھایا یہاں تک کے قریشیوں کی طرف سے معاہدہ توڑا گیا ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ پر چڑھائی کی بلکہ حرم میں بھی انہیں قتل کیا"

چنانچہ مکہ کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے واقعات سے توہین رسالت آرڈیننس کے واقعات تلاش کرنا ہر گز درست نہیں کیونکہ وہاں صرف ان 5 افراد ہی نہیں بلکہ پوری آبادی کا قتل حلال ہو چکا تھا کیونکہ یہ قصاص تھا خزاعہ کے بہائے جانے والے خون کا۔ اگر توہین رسالت کے جرم میں ہی قتل کرنا ہوتا تو مکہ، طائف و خیبر وغیرہ میں ان 5 افراد سے کہیں زیادہ لوگ توہینِ رسالت کرتے تھے اور آپ ﷺ کو ایذا دیتے رہے تھے اور آپ ﷺ کو خون تک میں لہولہان کر چکے تھے۔ یہ دیکھیے، یہ تھا پورے اہل قریش کا طرز عمل:

صحیح بخاری:

اور حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن صحابہ سے) فرمایا کہ تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قریش مکہ کی گالیوں اور لعنتوں سے کس طرح محفوظ رکھا ہے؟ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں جب کہ میں "محمد" ہوں۔" (بخاری)

تشریح:" مذمم" معنی کے اعتبار سے "محمد" کی ضد ہے یعنی وہ شخص جس کی مذمت و برائی کی گئی ہو یہ لفظ قریش مکہ کے بغض و عناد کا مظہر تھا، وہ بدبخت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "محمد" کہنے کے بجائے مذمم کہا کرتے تھے اور یہی نام لے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لعن وطعن کیا کرتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو تسلی دینے کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ قریش مکہ جو بدزبانی کرتے ہیں اور سب وشتم کے تیر پھینکتے ہیں، ان کی آزردہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بدبخت تو مذمم کو اپنا نشانہ بناتے ہیں اور مذمم پر لعن طعن کرتے، اور میں مذمم نہیں ہوں بلکہ محمد ہوں، یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ اس نے میرے نام کو جو میری ذات کا مظہر ہے، ان حاسدوں کی گالیوں اور لعن طعن کا نشانہ بننے سے بچا رکھا ہے۔

اور جن 5 افراد کو قتل کیا گیا انہوں نے کوئی ایک آدھ مرتبہ ہی توہین رسالت کا جرم نہیں کیا تھا بلکہ انکے جرائم میں بدعہدی، مرتد ہونا، لوگوں کو اکسانا، سازشیں کرنے وغیرہ کے علاوہ یہ بھی تھا کہ وہ عادتاً اور معمولاً رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہاں سے بھی موجودہ آرڈیننس ثابت نہیں ہو سکتا (ان 5 افراد کے نام اور تفصیلات آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے)۔

وہ واقعات جو واقعی صرف توہین رسالت سے مخصوص ہیں

کعب بن اشرف، ابو رافع یہودی اور اہل مکہ کے 5 افراد کے قتل کی وجوہات صرف ایک آدھ مرتبہ توہینِ رسالت ہی نہ تھی بلکہ اس سے بڑھ کر کچھ اور تھیں۔ اب باقی رہ جاتے ہیں صرف تین واقعات جہاں اسلامی ریاست میں توہین رسالت پر سزا دی گئی۔ یہ تین روایات بہت اہم ہیں کیونکہ موجودہ توہین رسالت آرڈیننس کا اصل دارومدار انہی تین روایات پر ہے۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

پہلا: نابینا صحابی کی باندی کا واقعہ

یہ واقعہ سنن ابو داؤد میں یوں مرقوم ہے:

ایک اندھے کی ام ولد (لونڈی) تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم اور توہین کرتی تھی، اس نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ نہ رکی، اور وہ اسے ڈانٹتا لیکن وہ باز نہ آئی. راوی کہتے ہیں: ایک رات جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے لگی اور سب وشتم کیا تو اس اندھے نے خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر وزن ڈال کر اسے قتل کر دیا، اس کی ٹانگوں کے پاس بچہ گر گیا، اور وہاں پر بستر خون سے لت پت ہو گیا، جب صبح ہوئی تو اس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اور لوگ جمع ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے بھی یہ کام کیا ہے اس پر میرا حق ہے وہ کھڑا ہو جائے، تو وہ نابینا شخص کھڑا ہوا اور لوگوں کو پھلانگتا اور لڑکھڑاتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا: اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا مالک ہوں! وہ آپ پر سب وشتم اور آپ کی توہین کیا کرتی تھی، اور میں اسے روکتا لیکن وہ باز نہ آتی، میں اسے ڈانٹتا لیکن وہ قبول نہ کرتی، میرے اس سے موتیوں جیسے دو بیٹے بھی ہیں اور وہ میرے ساتھ بڑی نرم تھی، رات بھی جب اس نے آپ کی توہین کرنا اور سب وشتم کرنا شروع کیا تو میں نے خنجر لے کر اس کے پیٹ میں رکھا اور اوپر وزن ڈال کر اسے قتل کر دیا. تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں

اس روایت کے متعلق اہم نکات یہ ہیں:

1. اس روایت سے بھی موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایسا نہیں ہوا کہ اُس باندی نے پہلی مرتبہ توہینِ رسالت کی ہو اور اس پر فوراً قتل کر دی گئی ہو۔ بلکہ اس میں صاف طور پر موجود ہے کہ اُس باندی نے عادت اور معمول ہی بنا لیا تھا کہ وہ مستقل رسول ﷺ کو بُرا بھلا کہتی تھی۔
2. اور وہ صحابی پہلی ہی مرتبہ میں فوراً قتل کر دینے کی بجائے شروع میں عفو و درگذر اور صبط و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے مستقل اُسے ہدایت کی نصیحت کرتے رہے اور ادب سکھاتے رہے۔

موجودہ آرڈیننس کے حامی حضرات کے سامنے جب اوپر کے واقعات پیش کیے جاتے ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے صبر اور عفو و درگذر سے کام لیا (مثلاً حضرت ابو ہریرہ کی والدہ کا واقعہ)، تو وہ دعویٰ کرنے لگتے ہیں کہ صرف رسول اللہ ﷺ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی ذات پر گستاخی کرنے والے کو معاف کر دیں۔ اور چونکہ آج رسول اللہ ﷺ دنیا میں موجود نہیں، اس لیے کسی بھی قسم کی گستاخی پر قتل کی سزا ہر صورت جاری ہو جائے گی۔

مگر انکی اپنی پیش کردہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نابینا صحابی پہلی مرتبہ میں ہیں فوراً اپنی باندی کو قتل نہیں کر رہے ہیں بلکہ عفو و درگذر سے کام لیتے ہوئے اُسے مستقل نیک نصیحت کر رہے ہیں اور اسے ادب سکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس روایت کی روشنی میں انکے اس دعوے کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی اور عفو و درگذر اور معافی کے راستے ہر گز بند نہیں ہیں۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

3. اور پھر سند کے حوالے سے بھی اس روایت میں شدید اختلاف ہے۔ کئی علماء نے اس روایت کو "ضعیف" قرار دیا ہے۔ مثلاً موسوعۃ الحدیث نے اسے یہاں (لنک) ضعیف قرار دیا ہے۔ اس روایت کا ایک راوی عثمان الشحام ہے جس کے متعلق علامہ یحیی القطان کہتے ہیں: کبھی معروف اور کبھی منکر بیان کرتا ہے، اور میرے پاس وہ نہیں (یعنی اسکی روایت قابل قبول نہیں)۔
ضعف کے علاوہ یہ روایت "خبرِ واحد" بھی ہے اور عثمان الشحام کے علاوہ کسی اور نے اس باندی والی روایت کو نقل نہیں کیا ہے۔
4. یہ روایت "درایت" کے اصولوں پر بھی پوری نہیں اترتی۔ اسلام کوئی بے لگام ضابطہ حیات نہیں، بلکہ ایک مکمل صابطہ حیات ہے۔ اس میں "گواہوں" اور "شہادتوں" کا ایک مکمل نظام موجود ہے اور اس نظام میں انتہائی سختی ہے کہ نہ صرف گواہ موجود ہونے چاہیے ہیں بلکہ انکی گواہیوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔ گواہوں کی اتنی سخت شرائط رکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی بے گناہ کو کسی صورت غلط سزا نہ ملنے پائے۔
اگر ان نابینا صحابی کے واقعے پر ایمان لے آیا جائے تو پھر یہاں سے اس فتنے کی راہ کھل جائے گی کہ جس کا جی چاہے گا وہ قتل کر کے بعد میں کہہ دے گا کہ مقتول نے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی اس لیے اُسے قتل کر دیا گیا۔
5. ان حضرات کا ایک بہانہ یہ ہوتا ہے کہ اس نابینا صحابی کے لیے گواہ اور ثبوت اس لیے نہیں پیش ہوئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک exceptional کیس ہو اور اللہ تعالی نے وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے سے مطلع کر دیا ہو۔
اول تو یہ وحی کا واقعہ نہیں لگتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ صبح کو قسم دے کر لوگوں سے پوچھ رہے ہیں کہ جس نے یہ قتل کیا ہے وہ سامنے آئے۔ اور اگر آپ کو exceptional کیس ماننے کا اتنا ہی شوق ہے تو آپ اسکے خون کے "رائیگاں" قرار دیے جانے کو exceptional کیس کیوں نہیں مان لیتے اور بنیادی اصول یہی ٹھہرا کہ سب و شتم پر عفو و درگذر اور صبر و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق بات کی تلقین جاری رکھی جائے (جیسا کہ عام حالات میں یہ نابینا صحابی مسلسل اسے نیک نصیحت کرتے اور اسے ادب سکھاتے تھے)؟ جب بھی کوئی اصول بنتا ہے تو وہ عام حالات کے تحت ہونے والے واقعات کی بنیاد پر بنتا ہے، نہ کہ exceptional کیسز کی صورت میں۔

شہادتوں کے نظام کے تحت واقعہ افک پر ایک نظر

شہادتوں کا یہ نظام کتنا اہم ہے، اسکا اندازہ ہمیں واقعہ افک سے بہت بہترین طور پر ہو سکتا ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف دشمنی اور جہالت کی وجہ سے جھوٹے الزامات لگتے ہیں۔ لیکن افک کا واقعہ ہمارے لیے بہترین سبق ہے کہ "غلط گواہیاں" فقط دشمنی یا جہالت کی وجہ سے ہی نہیں سامنے آتیں، بلکہ بات اس سے کہیں زیادہ آگے تک جاتی ہے اور کبھی کبھار اچھے اچھے انسانوں کے دماغوں میں بھی صرف شک کی بنیاد پر ایسی ذہنی بیماری پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بلا جواز اور بلا وجہ ہی دوسروں پر بڑے بڑے غلط الزام لگا جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی لیے نہ صرف گواہ ضروری ہیں، بلکہ انکی گواہیوں میں بھی کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے۔
واقعہ افک میں حضرت عائشہ پر الزام لگانے والے کوئی کفارِ مکہ نہیں تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے شاعر صحابی حسان بن ثابت، صحابی مسطح اور صحابیہ حمنہ بنت جحش (جو ام المومنین حضرت زینب کی بہن تھیں) شامل تھے۔
آج تک یہ معمہ حل نہیں ہو سکا کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ پر جھوٹا الزام کیوں لگایا۔۔۔ واحد وجہ یہ ہی نظر آتی ہے کہ اچھے اچھے

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

انسانوں میں کبھی کبھار کچھ ذہنی بیماری پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دوسروں پر غلط الزام لگا جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ اس واقعہ کی کوئی اور توجیہ سامنے نہیں آئی ہے۔

چنانچہ جب ان دو صحابہ اور ایک صحابیہ کی گواہی کافی نہیں تو ایک اکیلے نابینا صحابی کی گواہی کیسے کافی ہو سکتی ہے جبکہ اس قصے میں کسی منصف کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا اور نہ ملزمہ کو اپنی صفائی میں کچھ بولنے کا موقع دیا گیا؟ (واقعہ افک میں مقدمہ رسول ﷺ کے پاس آیا، حضرت عائشہ نے اپنے بے گناہی کا دعوی کیا اور پھر گواہ بھی سامنے آئے، مگر نابینا صحابی کے کیس میں یہ سب کچھ نہیں ہو رہا)۔

دوسرا: یہودی عورت کا قتل

سنن ابو داؤد میں ہی ایک اور واقعہ شعبی نے علی ابن ابی طالب سے منسوب کیا ہے:

> ایک یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ پر سب و شتم کرتی تھی، تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مر گئی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل قرار دیا

اس روایت کے اہم نکات یہ ہیں:

1. اس روایت کے صحیح ہونے بھی زبردست اختلاف ہے۔ فقط شعبی نے ہی اسے علی ابن ابی طالب کے نام پر بیان کیا ہے۔ مگر اہل علم کی اکثریت کے مطابق شعبی نے علی ابن ابی طالب کو نہیں پایا ہے اور نہ ان سے احادیث سنی ہیں اور اس وجہ سے یہاں انقطاع ہے۔ اسی لیے ناصر الدین البانی صاحب نے اس روایت کو "ضعیف ابو داؤد" میں ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے بھی تہذیب التہذیب میں شعبی کی مراسیل (جو شعبی نے علی ابنی ابی طالب کے نام پر بیان کی ہیں) یہی بیان کیا ہے۔
   شیخ عثمان الخمیس سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا شعبی کی علی ابن ابی طالب سے مراسیل قابل قبول ہیں؟ جواب میں شیخ عثمان الخمیس کہتے ہیں کہ شعبی نے علی ابن ابی طالب کو نہیں دیکھا ہے اور اہل علم کے اقوال کے مطابق یہی مشہور ہے کہ علی ابن ابی طالب سے شعبی کی مراسیل صحیح نہیں ہیں۔ (لنک)
2. دوسرا یہ کہ یہ روایت بھی " خبر واحد " ہے جو شعبی کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کی ہے۔ اوپر والی روایت میں اُس نابینا صحابی کا نام نامعلوم تھا۔ اس روایت میں اس یہودیہ عورت کو قتل کرنے والے صحابی کا نام بھی نامعلوم ہے۔
3. تیسرا یہ کہ اس روایت سے بھی موجودہ توہین رسالت آرڈیننس ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ اُس یہودیہ عورت نے "عادت" بنالی تھی اور وہ مستقل رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرتی تھی اور ایسا نہیں ہوا کہ پہلی مرتبہ میں ہی فوراً اسے قتل کر دیا گیا ہو۔
4. چوتھا یہ کہ یہ روایت بھی درایت کے اصولوں پر پوری نہیں اتر پا رہی ہے۔ اس میں بھی منصف ہے، نہ عدالت ہے، نہ مجرمہ کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع، نہ گواہان اور نہ انکی شہادتیں۔ کچھ علم نہیں کہ کسی شخص نے ذاتی عناد میں آکر اُسے قتل کر دیا ہو اور بعد میں الزام لگا دیا ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرتی تھی۔ واقعہ افک ہمارے سامنے ہے کہ ایسے غلط الزامات کا لگایا جانا کچھ بعید نہیں ہوتا۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

تیسرا: ابن ام مکتوم کا واقعہ

طبقات الکبری نامی کتاب میں یہ واقعہ ملتا ہے:

" ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں ہمیں یونس بن ابی اسحاق نے ابو اسحاق سے حدیث بیان کی، وہ عبد اللہ بن معقل سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: ابن ام مکتوم مدینہ میں ایک انصاری کی پھوپھی جو یہودی تھی کے پاس ٹھرے، وہ ان کے ساتھ نرمی برتتی اور بڑی رفیق تھی، لیکن اللہ اور اس کے رسول کے متعلق انہیں اذیت دیتی، تو انہوں نے اسے پکڑ کر مارا اور قتل کر دیا، اس کا معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو ابن ام مکتوم کہنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اگرچہ وہ میرے ساتھ بڑی نرم دل تھی، لیکن اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بڑی اذیت دی تو میں نے اسے مارا اور قتل کر دیا، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:" اللہ تعالی نے اسے دور کر دیا، میں نے اس کا خون باطل کر دیا"

اس تیسری اور آخری روایت سے بھی علماء حضرات کا بنایا ہوا موجودہ آرڈیننس ثابت نہیں ہوتا:

1. پہلا یہ کہ یہ روایت بھی "خبر واحد" ہے، اور یہ حدیث "غریب" ہے۔ بلکہ غریب حدیث کی بھی جو سب سے نچلے درجہ کی قسم ہے، جسے "غریب مطلق" کہا جاتا ہے، یہ روایت اس "غریب مطلق" درجے کی ہے۔ (یعنی شروع سے لیکر آخر تک ہر دور میں اسکو بیان کرنے والا صرف اور صرف ایک ہی شخص ہے)۔
2. دوسرا یہ کہ اس روایت سے بھی موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں بھی یہ ذکر ہے کہ اس عورت نے اپنی عادت اور معمول ہی بنالیا تھا کہ وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے متعلق گستاخانہ باتیں کر کے لوگوں کو اذیت پہنچاتی تھی، اور یہ نہیں ہوا کہ پہلی دفعہ میں ہی پکڑ کر اسے قتل کر دیا گیا ہو۔
3. درایت کے اصولوں پر بھی یہ روایت پوری نہیں اترتی۔ اس روایت میں بھی کوئی عدالت لگتی ہے اور نہ کوئی گواہ ہیں اور نہ ملزمہ کو صفائی پیش کرنے کا کوئی موقع مل رہا ہے۔ اگر اس روایت پر ایمان لایا جائے تو پھر تو کوئی بھی ذاتی دشمنی نکالنے کے لیے قتل کرنے کے بعد کہہ سکتا ہے کہ اُس نے گستاخیِ رسول کرنے پر دوسرے کو قتل کیا ہے۔
پھر یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ اگر وہ عورت رسول اللہ ﷺ پر سبِ وشتم کرتی تھی تو پھر اُس انصاری مسلمان نے ہی کیوں نہیں پہلی دفعہ میں ہی پکڑ کر اپنی اس یہودیہ پھوپھی کو قتل کر دیا؟

چنانچہ ایسی روایت جس میں درایت کے حوالے سے بھی کئی سقم پائے جاتے ہوں، اور پھر ہو بھی وہ بالکل "غریب مطلق" (یعنی تمام ادوار میں شروع سے لیکر آخر تک اس کو بیان کرنے والا ایک ہی شخص ہو) تو ایسی روایت پر کس حد تک یقین کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر یقین کر بھی لیا جائے تب بھی موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس ثابت نہیں ہوتا کیونکہ پہلی دفعہ میں ہی پکڑ کر اس عورت کو قتل نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ متعدد بار یہ عمل دہرانے کے بعد اسے مارا گیا ہے۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

فتویٰ: گستاخیِ رسول کی کوئی معافی نہیں بلکہ ہر صورت قتل کی سزا پوری کی جائے

سینیٹر پروفیسر ساجد میر (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) کا 23 نومبر 2010 میں "نوائے وقت" اخبار میں شاتم رسول کی سزا پر آرٹیکل شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ معافی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> قتل، زنا، سرقہ جیسے جرائم کے بارے میں بھی اصول یہی ہے کہ ان کا مجرم سچی توبہ کرنے سے آخرت کی سزا سے بچ سکتا ہے، مگر دنیاوی سزا سے نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ قاتل، زانی یا چور گرفتار ہو جائے اور کہے کہ میں نے جرم تو کیا تھا، مگر اب توبہ کر لی ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ اسی طرح شاتم رسول ﷺ بھی ارتکاب جرم کے بعد توبہ کا اظہار کرے تو دنیاوی سزا سے نہیں بچ سکتا اور اس کا جرم مذکورہ جرائم سے بدتر اور زیادہ سنگین ہے۔ ان دلائل کے پیش نظر درست یہی ہے کہ شاتم رسول کی سزا قتل ہے اور اسکی سچی یا جھوٹی توبہ اسے اس سزا سے نہیں بچا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں مسلمانوں کو مغرب اور اس کی نام نہاد تہذیبی اقدار سے مرعوب ہو کر اپنے موقف میں کسی طرح کی لچک پیدا نہیں کرنی چاہیے۔

علماء حضرات کی فتوے کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ سنت یہ ہے کہ آپ دین میں نرمی اور رحمدلی دکھاتے تھے۔ اور کسی کافر یا یہودی نے غصے میں آکر کبھی کچھ ایک آدھ مرتبہ کہہ بھی دیا تو اس پر سزا جاری کرنے کی بجائے رحمت اللعالمین اُس کے لیے اللہ سے ہدایت کی دعا فرماتے تھے۔

بات اس سے آگے بڑھتی ہے اور طائف میں جن کفار نے نہ صرف زبانی کلامی آپ کو دکھ پہنچایا بلکہ پتھر مار مار کر لہولہان تک کر دیا، مگر رحمت اللعالمین نہ صرف انہیں معاف کر رہے ہیں بلکہ انکے لیے اللہ سے ہدایت کی مسلسل دعائیں کر رہے ہیں۔

بات آگے بڑھتی ہے، جن کفار مکہ نے بڑھ چڑھ کر ساری زندگی اپنا وطیرہ رکھا کہ رسولِ خدا ﷺ کو بُرا بھلا کہا جائے اور انکے خلاف لوگوں کو لڑائی پر اکسایا جائے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے، ان میں سے بھی جن کے جرائم کچھ کم نوعیت کے تھے ان تک کو رسول اللہ ﷺ نے معاف فرما دیا۔

فتح الباری، زاد المعاد، سیرت النبی کامل ابن ہشام وغیرہ میں مرقوم ہے کہ فتح مکہ کے وقت ابتدا میں رسول اللہ ﷺ نے تیرہ افراد کے قتل کا حکم جاری کیا تھا۔ انکے نام یہ ہیں [عبد العزیٰ بن خطل، حارث بن نفیل، مقیس بن صبابہ کنانی، حارث بن طلاطل خزاعی، ارنب جو کہ ابن خطل کی کنیز تھی، عبداللہ بن سعد ابی سرح، عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن اسود، کعب بن زبیر، وحشی بن حرب، ہند بن عتبہ، قرتنا (یہ بھی ابن اخطل کی کنیز تھی، پہلے یہ بھاگ گئیں اور بعد میں مسلمان ہو گئیں اور صحابیہ قرار پائیں)، سارہ یا ام سارہ (یہ بنی مطلب میں سے کسی شخص کی لونڈی تھی، اسی کے پاس سے حاطب بن بلتعہ کا خط برامد ہوا تھا)۔]

ان میں سے صرف 5 کو قتل کیا گیا کیونکہ انکے جرائم بہت سنگین تھے جبکہ بقیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انکے جرائم کچھ کم سنگین نوعیت کے تھے لہذا انہیں معاف کر دیا گیا۔ (یہ کم نوعیت بھی زندگی بھر اسلام کی مخالفت اور سازشیں تھیں، مگر اسکے باوجود انہیں معافی دی گئی)۔ ان 8 افراد کا شمار بعد میں صحابہ اور صحابیات میں ہوا اور ان 8 افراد کے نام یہ ہیں [عبداللہ بن سعد ابی سرح، عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن اسود، کعب بن زبیر، وحشی بن حرب، ہند بن عتبہ، قرتنا، سارہ یا ام سارہ]

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

ادھر علماء حضرات کی توہین آرڈیننس کی حالت یہ ہے کہ کسی عیسائی یا اقلیتی شخص نے اگر غصے میں آکر ایک آدھ مرتبہ بھی کچھ چھوٹی موٹی بات بھی نکال دی (بلکہ نہ بھی نکالی اور کسی کو کوئی ذاتی دشمنی نکالنی ہے) تو ان پر جھٹ گستاخی رسول کا الزام لگا اور پٹ میں اُسے ماورائے عدالت قتل کر دیا گیا۔ اور معافی کے نام سے تو علماء حضرات پھر الرجک ہیں۔

عذر: رسول ﷺ کے علاوہ کوئی معافی نہیں دے سکتا

رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ سنت سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ آپ نے اپنی توہین کرنے والوں کو معاف کیا اور خیبر، مکہ وطائف وغیرہ فتح ہو جانے کے باوجود ان تمام لوگوں کو قتل نہیں کیا جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے۔

اس پر ان حضرات کی طرف سے یہ عذر یہ تراشا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حق حاصل تھا کہ جو انکی شان میں گستاخی کرے اُسے معاف کر دیں، مگر ہمارے پاس آج یہ حق نہیں، چنانچہ کسی بھی چھوٹے بڑے توہین کے واقعے کے بعد قتل کی سزا ہر حال میں پوری کی جائے گی۔ مگر یہ عذر بھی لغو ہے کیونکہ:

1. اللہ نے سورۃ آل عمران، آیت 186 میں صرف رسول ﷺ کو ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو صبر و تحمل کرنے کا حکم دیا ہے۔
2. اور جب حضرت ابوہریرہ کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابوہریرہ اس پر شدید رنجیدہ ہوئے، مگر آپ نے انکی اس گستاخی پر عفو و درگذر سے کام لیا، نہ کہ فوراً انکو قتل کر ڈالا۔
3. بلکہ موجودہ آرڈیننس کے حامی حضرات کی اپنی پیش کردہ نابینا صحابی اور یہودیہ عورت والی روایات کو بھی مان لیا جائے تب بھی ان سب سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ پہلا قدم عفو و درگذر اور صبر و تحمل اور نیک نصیحت کا ہے، اور یہ عفو و درگذر فقط رسول ﷺ تک محدود نہیں بلکہ وہ نابینا صحابی پہلے قدم میں عفو و درگذر کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

کاش کہ یہ حضرات اس جنونیت اور پاگل پن سے نکل کر اس قابل ہو سکیں کہ انہیں یہ پہلو بھی نظر آ سکیں۔

ہمارے معاشرے کی صورتحال

ہمارے معاشرے کی صورتحال یہ ہے کہ جہالت بہت پائی جاتی ہے، صبر وضبط اور احترام کی کمی ہے (نہ صرف مسلم طبقات بلکہ پاکستان کی عیسائی کمیونٹی بھی زیادہ پڑھی لکھی نہیں)۔

ایسے واقعات عام ہیں جہاں عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کو انکے مذہب کی وجہ سے تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور جواب میں غصے میں آکر اگر انکے منہ سے کچھ چھوٹی موٹی غلط بات بھی نکل جائے تو یہ انسانی جان کے خون کا باعث بن جاتی ہے۔ اور کچھ نہیں تو مذہبی بحث ہی شروع ہو جائے تو اس میں غصے میں آکر لوگ ایک دوسرے کو کیا کچھ نہیں کہہ جاتے (مسلمان فرقے ہی غصے میں آکر ایک دوسرے کو کافر اور ایک دوسرے کے مسلمان اکابرین کو گالیاں دیتے پھرتے ہیں)۔ اب عیسائیوں کا رسولِ خدا ﷺ کے متعلق معاذ اللہ وہی عقیدہ ہے جو کہ ہمارا مرزا قادیانی کے متعلق ہے۔ ہم لوگ کھلے عام مرزا قادیانی کو جھوٹا نبی کہتے پھرتے ہیں اور ادھر عیسائی (معاذ اللہ) رسول خدا ﷺ کے متعلق جھوٹا نبی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور اگر کہیں

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

مذہبی بحث چھڑ جائے اور انکے منہ سے غصے میں آکر نکل جائے کہ (معاذ اللہ) رسول خدا ﷺ جھوٹے نبی تھے تو اس پر کیا ان پر گستاخی رسول آرڈیننس جاری ہو گا کہ نہیں؟

یورپ و امریکہ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ اسلام مخالفت میں لوگ شروع میں رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتے تھے، مگر پھر اللہ نے انہیں ہدایت عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ بذات خود رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایسے بے تحاشہ کفار و مشرکین بعد میں اسلام لے آئے، حالانکہ اس سے پہلے وہ رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا نبی مانتے ہوئے انکی تضحیک کرتے تھے۔

چنانچہ غصے میں آکر کہی ہوئی کسی بات پر ہمیں کسی انسانی جان کو خون میں نہیں نہلا دینا چاہیے، بلکہ صبر وضبط اور عفو و درگذر کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اللہ سے ان لوگوں کی ہدایت کی دعا کرنی چاہیے اور ایسے لوگوں کے لیے معافی کا ایک دروازہ کھلا رکھنا چاہیے (جیسا کہ مرتد کی سزا میں ہوتا ہے)۔ مگر ایسے غیر مسلم، جو اس چیز کو اپنی عادت ہی بنا لیے اور کھلے عام بیہودہ باتیں کرتا پھرے، اور وارننگ دینے کے باوجود باز نہ آئے تو اسکو اگر روکنے کے لیے سزا دینی ہے تو یہ الگ مسئلہ ہے۔

یہاں مثالیں دی جاتی ہیں ملکہ برطانیہ کی توہین کی۔ تو کیا ہمیں اپنی شریعت ملکہ برطانیہ سے لینی ہے یا پھر رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ سنت سے؟ کیا ہم معاذ اللہ رسول ﷺ کی ثابت شدہ سنت کو بھلا کر رحمت اللعالمین کو بھی اٹھا کر ملکہ برطانیہ کے ساتھ بٹھا دیں؟ یہ ایک بہت بڑی حماقت ہے اور ایسی انتہا پسندی اسلام کی ضد ہے اور اسے بدنام کرنے کا باعث ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اس طرح ہم دنیا کے سامنے رحمت اللعالمین نہیں بلکہ انسانی خون کا پیاسا چنگیز خان بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

ادھر علماء حضرات کا رویہ افسوسناک حد تک غلط ہے۔ باقی تمام باتیں ایک طرف رہیں، کوئی اگر انکے بنائے ہوئے موجودہ آرڈیننس بل کے خلاف کوئی بات کرے تو یہ اسکے پیچھے پل پڑتے ہیں اور ہرگز کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ ہمارے علماء حضرات کا فی سبیل اللہ فساد نہیں تو اور کیا ہے؟

فیشن: ماورائے عدالت قتل کرنے والوں کو ہیرو بنا دینا

آج 5 جنوری 2011 ہے۔ کل (یعنی 4 تاریخ کو) ممتاز قادری نامی شخص نے توہینِ رسالت کے نام پر گورنر پنجاب سلمان تاثیر صاحب کو قتل کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

سلمان تاثیر صاحب نے کوئی توہینِ رسالت نہیں کی تھی، بلکہ انکا جرم یہ تھا کہ انہوں نے آسیہ کیس سٹڈی کرنے کے بعد اس کا ساتھ دیا اور اس توہینِ رسالت آرڈیننس کی موجودہ حالت کو کالا قانون قرار دیا۔

ان مذہبی جنونیوں کی شریعت میں توہین رسالت کے مرتکب کو تو فوراً قتل کیا جانا ہے ہی، مگر اسکے ساتھ ساتھ جو انکے اس کالے قانون سے اتفاق نہ کرے اُسے بھی انکی شریعت ماورائے عدالت قتل کرنے کا حکم دیتی ہے۔ مزید انکی شریعت میں ہے کہ ان اختلاف کرنے والوں کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے اور نہ انکے ماورائے عدالت قتل پر افسوس کیا جائے۔ بہت قابلِ مذمت ہیں انکی بنائی ہوئی شریعت کے یہ کالے قوانین۔ دیکھئے جنگ اخبار کی یہ خبر جو آج مورخہ 5 جنوری کو شائع ہوئی ہے (لنک)۔

سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھی جائے نہ ہلاکت پر افسوس کیا جائے، علماء اہلسنت

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

۔۔۔پانچ سو سے زائد علماء و مفتیان کرام نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی عبرتناک موت پر اپنے مشترکہ بیان میں مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ نہ کوئی اس کی نماز جنازہ پڑھے نہ پڑھانے کی کوشش کرے اور گورنر کی ہلاکت پر کسی قسم کے افسوس یا ہمدردی کا اظہار ہر گز نہ کیا جائے۔ گستاخ رسول کا حمایتی بھی گستاخ ہے۔ قائدین علماء اہلسنت نے کہا کہ گورنر کو ہلاک کرنے والے عاشقِ رسول غازی ملک ممتاز حسین قادری کی جرأت، بہادری ایمانی غیرت و دینی حمیت کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس جانباز نے امت کی چودہ سو سالہ روایت کو باقی رکھا اور دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ قائدین و علماء اہلسنت نے کہا کہ قانون ناموس رسالت کی مخالفت اور گستاخان رسول کی حمایت کرنے والے وزراء سیاستدان، نام نہاد دانشور، اینکر پرسن و دیگر گورنر پنجاب کی موت سے عبرت حاصل کریں۔۔۔۔

یہ علماء حضرات کھل کر نہیں کہہ رہے، مگر انکے اس بیان میں انکا مکمل اعتراف موجود ہے کہ سلمان تاثیر صاحب کے اس ماورائے عدالت قتل کے جرم میں ممتاز قادری اکیلا نہیں ہے، بلکہ ہمارے یہ علماء حضرات بھی اس جرم میں ممتاز قادری کے برابر کے شریک ہیں۔

کاش کہ ہمارے علماء حضرات نے ایک مرتبہ ہی اس ماورائے عدالت قتل کی مذمت کی ہوتی۔ یہ لوگ کیسے اللہ تعالی کے اس حکم کو بھول جاتے ہیں کہ جس نے جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا تو اس پر اللہ کی ابدی لعنت ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے ابدی غضب اور عذاب ہے اور ایسا شخص کبھی جنت کو نہ پائے گا۔

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما (سورۃ النسآء آیہ ۹۳)

ترجمہ: اور جو قتل کرے مسلمان کو جان بوجھ کر تو اسکی سزا دوزخ ہے پڑا رہیگا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اسکو لعنت کی اور اسکے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔

سلمان تاثیر صاحب تو اپنے اللہ کے حضور پہنچ گئے ہیں، مگر اس شخص ممتاز قادری کی بدقسمتی میں کوئی شک نہیں ہے۔

سلمان تاثیر کی شہادت کا واقعہ ہو یا پھر گوجرہ میں عیسائی پاکستانی شہریوں کو زندہ جلا دین کے واقعات، یہ سب کے سب واقعات اس لیے پیش آ رہے ہیں کیونکہ توہین رسالت کے نام پر قتل کرنے والے ان مجرموں کو علماء حضرات ہمیشہ سے عوام کے سامنے ایک ہیرو کے طور پر پیش کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اب یہ چیز فیشن کی شکل اختیار کر گئی ہے اور یہ فتنہ عظیم ہے۔

قائداعظم نے توہین رسالت کے نام پر قتل کرنے والے کی پیروی کی

موجودہ توہین رسالت آرڈیننس کے حمایتیوں کا آخری عذر یہ ہے کہ قائداعظم نے بھی توہین رسالت پر ماورائے عدالت قتل کرنے والے علم دین کی وکالت کی تھی۔ یہ عذر بھی لغو ہے۔

قائداعظم کا مقصد اور مؤقف کسی صورت یہ نہیں تھا کہ توہینِ رسالت کے نام پر ہر کسی کو قتل کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جائے، یا پھر اسکی سزا موت ہی ہو۔ نہیں، بلکہ قائداعظم نے اس مقدمے کی پیروی میں یہ مؤقف اختیار کیا تھا کہ علم دین نے "قتل عمد" (ارادتی قتل) نہیں کیا ہے بلکہ غم و غصہ

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

کی وجہ سے کیا ہے، چنانچہ اسکی سزا پھانسی نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے کم درجے کی سزا دی جائے۔ یعنی قائد اعظم کی نظر میں بہرحال علم دین مجرم تھا مگر فرق صرف یہ تھا کہ وہ اسے قتل سے تھوڑے چھوٹے درجے کا مجرم اور قاتل سمجھ رہے تھے۔

کیا ماورائے عدالت قتل کو روکا جا سکتا ہے؟

یہ ناممکنات میں سے ہے اور جلد یا بدیر انتہا پسند لوگ اس معاملے میں اور کھل کر غالب ہو جائیں گے۔ ان انتہا پسندوں کے دلائل یہ ہیں:

1. عصماء بنت عمیس کا واقعہ جو کہ علماء حضرات بڑھ چڑھ کر معصوم عوام الناس کو سنا رہے ہوتے ہیں۔ اس میں صحابی عمیر بن عدی کے نام پر یہ سنت بیان کی جا رہی ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے فیصلہ کر کے اس عورت کو "ماورائے عدالت" قتل کر دیا۔ اور جب بعد میں رسول ﷺ کو علم ہوا تو وہ اس ماورائے عدالت فعل سے خوش ہوئے۔
2. ابن عباس والی روایت جہاں نابینا صحابی نے اپنے دو بچوں کی ماں کنیز کو ایک دن غصے میں آ کر ماورائے عدالت قتل کر دیا، اور جب رسول ﷺ کو علم ہوا تو وہ اس فعل پر راضی ہوئے۔
3. ام مکتوم والی روایت جہاں پھر سے ماورائے عدالت قتل پر رسول ﷺ کو راضی بتایا گیا ہے۔
4. علی ابن ابی طالب سے مروی یہودیہ عورت کا ماورائے عدالت قتل جس پر پھر رسول ﷺ کو راضی بتایا گیا ہے۔

اگرچہ کہ علماء حضرات کی اکثریت ماورائے عدالت قتل کو ناجائز بتاتے ہوئے اس کی حوصلہ شکنی کر رہی ہے، مگر انتہا پسند حضرات کے پیش کردہ ان دلائل کا انکے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور جلد یا بدیر انتہا پسند حضرات اس امر میں اِن پر غالب آنے والے ہیں۔

مثال کے طور پر انٹرنیٹ پر سعودیہ کے مفتی، ناصر الدین البانی صاحب کے حوالے یہ تحریر نظر سے گذری (لنک) جہاں ایک طرف وہ ماورائے عدالت قتل کرنے کی حوصلہ شکنی کر رہے ہیں، مگر دوسری طرف ہی انہیں خود ماننا پڑ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے ماورائے عدالت قتل کر بھی دے تو بھی اس کا کوئی مواخذہ ہو گا اور نہ کوئی سزا۔

اور ممتاز قادری کو جس پیمانے پر ہیرو بنایا جا رہا ہے، اسکے بعد یہ بات صاف ہے کہ انتہا پسندی غالب آ چکی ہے اور ماورائے عدالت قتل کرنا ایسا فیشن بن چکا ہے کہ جسے موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس نہیں روک سکتا اور نہ ہی کوئی ملکی قانون انہیں انکے مذہبی عقیدے سے روک سکتا ہے کہ وہ ماورائے عدالت قتل نہ کریں۔

بہت خطرناک ہو گا وہ وقت جب یہ انتہا پسند اس امر میں غالب آ جائیں گے اور یہ سوچ زور پکڑ لے گی اور توہین رسالت کے نام پر ہر کسی کو قتل کرنے کا کھلا لائسنس ملا ہو گا اور ایسے قتل کا ان روایات کی روشنی میں کوئی مواخذہ ہو گا اور نہ کوئی سزا، بلکہ کچھ سر پھرے لوگ بطور ہیرو بننے کے فیشن کے طور پر قتل کرتے پھریں گے۔

تبصرے اور تجاویز

اس مضمون پر تبصرے، اعتراضات یا تجاویز پیش کرنے کے لیے آپ ہمارے ویب سائیٹ ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ پر تشریف لائیے۔ شکریہ۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

چند مزید اعتراضات کے جوابات

سورۃ المائدہ آیت 33 کا غلط استعمال

موجودہ توہین رسالت آرڈیننس والے سورۃ المائدہ کی آیت 33 کو misquote کر کے دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت سے گستاخی رسول پر فوراً بغیر کسی توبہ کا موقع دیے قتل کیے جانے کی سزا نکلتی ہے۔

مگر یہ ان لوگوں کی طرف سے قرآنی آیات کو misquote کرنا ہے۔ یہ وطیرہ ان سے قبل قرآنسٹ (منکر حدیث) حضرات کا طرہ امتیاز ہے جو قرآنی آیات کو اپنی مرضی کے مطابق سیاق و سباق اور حدیث رسول میں بیان کی گئی تفسیر سے بالکل ہٹ کر misquote کر کے اپنے مقاصد کے لیے misuse کر رہے ہوتے ہیں۔

اس قرآنی آیت زمین میں فساد پھیلانے والوں کا ذکر ہے جو کہ قتل و خونریزی اور ڈاکہ زنی جیسے جرائم کے متعلق ہے۔ اس قرانی آیت کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھیے:

> [سورۃ المائدہ 5:32] اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر (نازل کی گئی تورات میں یہ حکم) لکھ دیا (تھا) کہ جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے یعنی خونریزی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کی سزا) کے (بغیر ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا)، اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے پھر (بھی) اس کے بعد ان میں سے اکثر لوگ یقیناً زمین میں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں

> [سورۃ المائدہ 5:33] بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیئے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے

اس آیت کریمہ میں ہاتھ پیر کاٹنے کی سزا فساد فی الارض سے متعلق ہے۔ اور اگر آج کل یہ سزا لاگو ہو تو سب طالبان لولے لنگڑے ہوں۔

سیاق و سباق کے علاوہ بہتر ہو گا کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کو پڑھ لیا جائے جو کہ اختصار کے پیش نظر ہم یہاں پیش نہیں کر پا رہے۔ اسکے بعد آپ کو واضح ہو جائے گا کہ دین کے یہ ٹھیکیدار کس طرح قرآنی آیات کو misquote کر کے اپنے مقاصد کے لیے misuse کرتے ہیں اور عام مسلمانوں

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

کو کس طرح دھوکہ دے کر برین واش کرتے ہیں۔

سورۃ التوبہ، آیت 12 کا استعمال

سورۃ توبہ کی اس آیت مبارکہ میں اللہ نے اُن "ائمہ کفر (کفر کے سرداروں)" سے لڑنے کا حکم دیا ہے جنہوں نے قسم کھا کر اپنے عہد کو توڑ دیا تھا اور دینِ اسلام کی انتہائی مخالفت کرتے ہوئے اس میں طعن کرتے تھے۔ اس آیت میں دین میں اس طعن کرنے کو لے کر یہ "تفسیر بالرائے" پیش کی گئی ہے کہ توہینِ رسالت کرنے والا قابل قتل ہے۔

[القرآن توبہ، 12] وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ

[محمود الحسن توبہ آیت 12] اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں تا کہ وہ باز آئیں

یہاں ذکر ہے اول "کفر کے ائمہ" کا، یعنی جن کا کفر انتہائی شدید ہے اور جو عملی طور پر مسلمانوں کی جانوں کے لیے خطرہ ہے۔ اور دوم یہ کہ یہ آیت ہے جب انہوں نے اپنے معاہدے کو توڑ دیا تھا۔
تفسیر عثمانی میں اسکی تفصیل یہ ہے:

> "یعنی اگر عہد و پیمان توڑ ڈالا (جیسے بنی بکر نے خلاف عہد خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے حملہ آوروں کی مدد کی) اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دین حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ "ائمۃ الکفر" (کفر کے سردار اور امام) ہیں۔ کیونکہ ان کی حرکات دیکھ کر اور باتیں سن کر بہت سے کجرو اور بیوقوف پیچھے ہو لیتے ہیں۔ ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ کرو۔ کیونکہ ان کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے تمہارے ہاتھوں سے کچھ سزا پا کر اپنی شرارت و سرکشی سے باز آجائیں۔"

موجودہ توہین آرڈیننس کے حامی حضرات کی اس دلیل میں یہ خامیاں ہیں کہ:

1. اس آیت کے نزول کے سیاق و سباق کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔
2. صحابہ کرام (اور تابعین) سے اس آیت کی جو تفسیر مروی ہے اُسے بھی مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے کیونکہ اُن کی بیان کردہ تفسیر انکے مؤقف کے بالکل خلاف ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام انکے برعکس یہ تفسیر اس آیت کے نزول کے سیاق و سباق کے مطابق کرنا چاہ رہے ہیں۔
3. رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی یا صحابہ کرام کے ادوار میں ایک بھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جہاں شاتم رسول کو اس آیت کا حوالہ دے کر قتل کیا گیا ہو۔
4. پھر یہاں کسی عام ایک دو دفعہ گستاخی کرنے والا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف "ائمہ الکفر" کا ذکر ہے۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

5. پھر بد عہدی کرنے اور قسمیں کھا کر انہیں توڑ دینے کا ذکر ہے جس کا حکم شروع سے موجود ہے کہ ایسے عہد شکنوں سے قتال کرنا ہے۔

6. انہوں نے اپنی تفسیر بالرائے میں دین میں طعن کو فقط توہینِ رسالت تک محدود کر دیا ہے۔ اگر تفسیر بالرائے کرنی ہی ہے اور "عہد شکنی" اور "ائمہ الکفر" کی شرائط کو نظر انداز کرنا ہی ہے تو پھر صرف ایک توہینِ رسالت پر ہی کیوں بلکہ دین اسلام پر کسی بھی قسم کے چھوٹے سے چھوٹے طعن کرنے والے کو بھی قتل کی سزا سنا دیجئے۔ مثلاً صحیح بخاری (کتاب التفسیر۔ لنک) کی یہ روایت:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا اور مجھے گالیاں دیں حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا مجھے اس کا جھٹلانا تو اس کا یہ قول ہے کہ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جس طرح مجھے شروع میں پیدا کیا حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا مجھ پر اس کے دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ میں کسی سے جنا گیا اور نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔ (آیت) اللہ بے نیاز ہے عرب اپنے سردار کو صمد کہتے ہیں

چنانچہ تفسیر بالرائے کو ہی اوڑھنا بچھونا بنانا ہے تو پھر تو تمام تر اہل کتاب عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی قتل کر ڈالیں کیونکہ وہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا کر مسلسل اللہ کو گالیاں دے رہے ہیں اور یہ تو دین میں عظیم ترین طعن ہے۔

7. اور انسانوں کے قتل و خون کرنے کے لیے کسی پلپلی نہیں، بلکہ بہت ٹھوس دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا یہ لوگ ٹھوس دلیل کی جگہ فقط اپنی "تفسیر بالرائے" کی بنیاد پر انسانوں کے خون کے فتوے جاری کرنا شروع کر دیں گے؟ اور پھر یہ "تفسیر بالرائے" بھی ایسی کہ جس کے حق میں رسول ﷺ کا کوئی قول ملتا ہے اور صحابہ کرام کی پیش کردہ تفسیر تو اسکے بالکل مخالف ہے۔ نہ صرف صحابہ بلکہ امام ابو حنیفہ، امام ثوری اور اہل کوفہ کی رائے کے بھی اس تفسیر بالرائے کے بالکل خلاف ہے۔

امام ابو حنیفہ کے متعلق اوپر ہم پیش کر چکے ہیں کہ اسی آیت سے کے متعلق انہوں نے انکی یہ تفسیر بالرئے مسترد کی تھی۔ امام المنذری کے حوالے درج ہے کہ:

> أبا حنيفة والثوري وأتباعهما من أهل الكوفة فإنهم قالوا: لا يقتل، ما هو عليه من الشرك أعظم، ولكن يؤدب ويعزر. والحجة عليه قوله تعالى: "وإن نكثوا" الآية.

یعنی امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری اور انکی اتباع میں اہل کوفہ کا قول ہے کہ شاتم رسول (ص) کو قتل کی سزا نہیں دی جائے گی، ان کی دلیل یہ ہے کہ مشرک کو شرک کے جرم میں قتل کرنا جائز نہیں حالانکہ شرک سب سے بڑا جرم ہے۔ بلکہ (قتل) کی بجائے انہیں ادب سکھایا جائے اور تعزیر لگائی جائے (یعنی ہلکی سزا جس کا فیصلہ حکومتِ وقت کرے)۔ اور انہوں نے حجت پکڑی ہے اللہ تعالی کے اس قول سے "وان نکثوا" والی آیت۔

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ﴿009:012﴾

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

[محمود الحسن] اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں تا کہ وہ باز آئیں۔

تفسیر صلاح الدین (شاہ فہد پرنٹنگ پریس کا شائع کردہ) میں اس آیت کے ذیل میں درج ہے:۔

اس سے احناف نے استدلال کیا ہے کہ ذمی (اسلامی مملکت میں رہائش پذیر غیر مسلم) اگر نقض عہد نہیں کرتا۔ البتہ دین اسلام میں طعن کرتا ہے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن نے اس سے قتال کے لیے دو چیزیں ذکر کی ہیں اس لیے جب تک دونوں چیزوں کا صدور نہیں ہو گا وہ قتال کا مستحق نہیں ہو گا۔

تفسیر بالرائے کے مقابلے میں اس آیت کی تفسیر میں جو روایات (صحیح) موجود ہیں، انہیں یہاں پیش کرتے ہیں۔ تفسیر بالرائے عموماً قرآنسٹ (منکر حدیث) حضرات کی وصف ہے جہاں وہ آیت کے نزول کے سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے قرآنی آیات کو ہر طریقے سے اپنی خواہشات کے مطابق توڑ مڑوڑ سکتے ہیں۔

پہلی روایت (قتادہ):

حدثنا بشر، قال: ثنا یزید، قال: ثنا سعید، عن قتادة: { وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ... } إلى: { يَنْتَهُونَ } ، فكان من أئمة الكفر: أبو جهل بن هشام، وأمية بن خلف، وعتبة بن ربيعة، وأبو سفيان، وسهيل بن عمرو، وهم الذين هموا بإخراجه.

امام عبد الرزاق، ابن جریر طبری، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو شیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ائمۃ الکفر" سے مراد ابو سفیان بن حرب، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور سہیل بن عمرہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور رسول ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا قصد کیا۔

دوسری روایت (مالک بن انس):

امام ابن عساکر نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

تیسری روایت (مجاہد):

امام طبری نے مجاہد سے یہ روایت نقل کی ہے:

حدثنا ابن وكيع وابن بشار، قال ابن وكيع: ثنا غندر، وقال ابن بشار: ثنا محمد بن جعفر، عن شعبة، عن أبي بشر، عن مجاهد: { فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لا أَيْمَانَ لَهُمْ } قال أبو سفيان منهم.

اور امام ابن عساکر نے بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد نے کہا: "ائمہ الکفر" سے مراد سرداران قریش ہیں۔

چوتھی روایت (ابن عباس):

حدثني محمد بن سعد، قال: ثني أبي، قال: ثني عمي، قال: ثني أبي، عن أبيه، عن ابن عباس، قوله: { وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ... } إلى: { لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ } يعني: أهل العهد من المشركين

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

حضرت عبد اللہ ابن عباس کا لقب امام المفسرین ہے۔ اور یہ اس آیت کا پس منظر بیان کر رہے ہیں کہ یہ آیت اُن مشرکین کے لیے نازل ہوئی تھی کہ جن سے عہد کیا گیا تھا۔

پانچویں روایت (عبد اللہ ابن عمر ابن الخطاب):

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ائمہ الکفر" میں سے ایک ابو سفیان بن حرب بھی ہے۔

چھٹی روایت (حضرت حذیفہ):

> حدثنا ابن وکیع، قال: ثنا أبو معاویۃ، عن الأعمش، عن زید بن وھب، عن حذیفۃ: { فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ} قال: ما قوتل أھل ھذہ الآیۃ بعد.

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے آپ کے پاس یہ آیت ذکر کی ہے تو آپ نے کہا: اسکے بعد اس آیت کے اہل میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا ہے۔

حضرت حذیفہ کا قول انکی تفسیر بالرائے کے بالکل خلاف ہے کیونکہ انکا دعوی ہے کہ یہ آیت توہین رسالت کرنے والے کو قتل کا حکم سنا رہی ہے اور نابینا صحابی کی کنیز وغیرہ اسی لیے قتل کیے گئے۔ جبکہ حضرت حذیفہ صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد کسی کو اس آیت کے تحت قتل نہیں کیا گیا۔ چنانچہ یا تو یہ آیت توہینِ رسالت کے متعلق نہیں یا پھر نابینا صحابی کی کنیز کا قتل نہیں ہوا۔

ساتویں روایت (حضرت حذیفہ):

> امام بخاری، امام ابن ابی شیبہ، اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن وہب نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا: اس آیت کے اصحاب میں سے تین کے سوا کوئی باقی نہیں اور منافقین میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں۔ تو ایک اعرابی نے عرض کی: بلاشبہ تم تو حضرت محمد ﷺ کے اصحاب ہو، ہمیں ان امور کے بارے میں بتایئے جنہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے گھروں کو پھاڑتے ہیں اور ہماری نفیس اور قیمتی چیزیں چرا لیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں ان میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ انہیں میں سے ایک وہ بوڑھا شخص ہے کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیے تو اسکی ٹھنڈک کو محسوس نہ کرے (صحیح البخاری)۔

متفق علیہ روایات موجود ہیں جن کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت حذیفہ کو اپنے اصحاب میں موجود منافقین کے نام بتلائے تھے۔

آٹھویں روایت (علی ابن ابی طالب):

> امام ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم بخدا! جب سے یہ آیت نازل ہوئی اسکے اہل میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔

چنانچہ علی ابن ابی طالب کے مطابق بھی اس آیت کے نزول کے مطابق اس کے کسی اہل کو قتل نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ یا تو یہ آیت توہینِ رسالت کے

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

متعلق نہیں یاپھر شعبی نے جو مرسل روایت علی ابنِ ابی طالب کے حوالے سے بیان کی ہے وہ غلط ہے۔

حضرت عمر ابن الخطاب والی روایت سے دلیل پکڑنا

یہ لوگ حضرت عمر ابن الخطاب کی اس روایت سے بھی دلیل پکڑتے ہیں۔ اسکی تفصیل ان حضرات کی زبانی یہ ہے:

اس ضمن میں حضرت عمر فاروقؓ کا وہ طرز عمل بھی نہیں فراموش کرنا چاہیے کہ جس کی تحسین اور تائید میں سورہ النساء کی آیت ٦٥ نازل ہوئی۔ واقعہ کچھ اس طرح سے تھا کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان میں ایک تنازعہ ہوا. نبی کریم صلی اللہ الہی وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا. مسلمان جو کہ درحقیقت منافق تھا اس فیصلے سے مطمئین نہ تھا اور حضرت عمر فاروقؓ کے پاس جا کر اپنے حق میں فیصلہ لینے کا ارادہ کیا. سوچا کہ حضرت عمرؓ ایک یہودی کو مسلمان پر ترجیح نہ دیں گے. وہ لوگ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس گئے اور سارا ماجرا بیان کیا کہ کس طرح نبی کریم ﷺ نے اس مقدمے کا فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا اور وہ منافق اس فیصلے پر مطمئین نہ تھا اور حضرت عمر رض سے اپنے حق میں فیصلہ لینا چاہتا تھا. سیدنا عمرؓ نے یہ سنا تو تلوار نکالی اور اس منافق کی گردن اڑادی. اس معاملے کا ہر جگہ ذکر ہوا اور بات پھیل گئی کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مسلمان کا ناحق خون کر دیا. حضرت عمر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول ﷺ! عمر نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو کلمہ پڑھتا تھا، نماز پڑھتا تھا اور روزے رکھتا تھا، مگر آپ جانتے ہیں عمر نے کسی مسلم کو قتل نہیں کیا. کیونکہ وہ مسلم ہو ہی نہیں سکتا کہ جس کو آپکے فیصلے سے اتفاق نہ ہو"

اللہ سبحانہ تعالیٰ کو سیدنا عمر فاروق کی یہ بات اس قدر پسند آئی کہ حضرت جبرئیل علیہ سلام سورہ نسا کی یہ آیت لے کر نازل ہوئے؛

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورہ النساء- آیت ٦٥)

[سورۃ النساء 4:65] تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے.

یہاں سیدنا عمر فاروقؓ کا طرز عمل ایک رہنما طرز عمل ہے جس کی تحسین خود ذات حق نے کی. بغیر کسی ظاہری توہین رسالت کے وہ اتنے حساس تھے ان معاملات میں کہ توہین تو بڑی بات یہ تک گوارا نہیں تھا کہ کوئی نبی کریم ﷺ کے فیصلے سے بھی عدم اتفاق کرے۔

دین کے نام پر کردار کے غازی بننے والوں کا شرمناک ترین رویہ ہے یہ جہاں وہ اپنے ہی بنائے ہوئے سٹینڈرڈز اور اصولوں کو نظر انداز کرنے لگتے ہیں۔

حضرت عمر والی اس روایت کے متعلق اصل حقائق یہ ہیں کہ:

1. یہ روایت ضعیف ہے (اس میں ایک روای ابن لھیعۃ ہے جو ضعیف ہے)

2. یہ روایت غریب ہے اور فقط ابن الاسود سے مروی ہے۔

3. یہ روایت منکر ہے (یعنی ایسی روایت جو نہ صرف یہ کہ ضعیف ہو، بلکہ کسی صحیح روایت کے مخالف بھی ہو)

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

4. اس روایت کو ثابت کرنے کے لیے ایک اور روایت پیش کی جاتی ہے جو کہ ضمرۃ بن حبیب سے مروی ہے۔ مگر ضمرۃ نے رسول اللہ ﷺ کا دور نہیں پایا ہے، لہذا یہ لائق اعتماد نہیں۔ (اس راوی کی وفات 130 ہجری میں ہوئی ہے، یعنی رسول ﷺ کی وفات کے 117 سال کے بعد)

یہ آیت نازل ہوئی جب صحابی حضرت زبیر اور ایک بدری صحابی حضرت حاطب کے مابین تنازعہ ہوا تھا اور اس کی تفسیر میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں پورا واقعہ دو صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ مگر چونکہ ان لوگوں کو فساد پھیلانا ہے، اس لیے اس "صحیح" حدیث کو چھپا کر ایک ایسی روایت کے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے بیٹھے ہیں جو کہ غریب اور ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ منکر بھی ہے اور ان سب کو اسکا علم بھی ہے۔ مگر اس علم کے باوجود یہ منافقت جاری ہے۔

سعودی عرب سے اردو میں قران بمع ترجمہ اور تفسیر شائع ہوا ہے (تفسیر کی ہے صلاح الدین صاحب نے)۔ سعودی حکومت نے لاکھوں کی تعداد میں یہ قرآن چھپا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

اس آیت کا شان نزول ایک یہودی اور مسلمان کا واقعہ عموماً بیان کیا جاتا ہے جو بارگاہ رسالت سے فیصلے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ سے فیصلہ کروانے گیا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان کا سر قلم کر دیا۔ لیکن سنداً یہ واقعہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ابن کثیر نے بھی وضاحت کی، صحیح واقعہ یہ ہے جو اس آیت کے نزول کا سبب ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد تھے۔ اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے (نالے) کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا آپ نے صورت حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا تو وہ اتفاق سے حضرت زبیر رضی اللہ کے حق میں تھا، جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)

امام بخاری نے یہ واقعہ دو مختلف اسناد کے ساتھ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ پہلی روایت کا لنک یہ ہے۔ دوسری روایت کا لنک یہ ہے۔

بہت حیرت کی بات ہے کہ اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں کو پامال کرتے ہوئے یہاں یہ حضرات "صحیح" حدیث کو چھوڑ کر ضعیف و منکر حدیث کو گلے سے لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ ڈبل سٹینڈرڈز ہیں جو دین کے نام پر کردار کے غازی بننے والوں پر بالکل نہیں جچتے۔

حضرت عمر والی یہ روایت علم درایت کی کسوٹی پر

عقل اللہ کی طرف سے انسان کو بہت بڑا تحفہ ہے۔ اگر یوں آنکھیں بند کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے روایات پیش کرنے کی بجائے کچھ عقل سے کام لے لیا جائے تو بہت سی ایسی ناگوار باتوں سے بچا جا سکتا ہے۔

اس روایت کے مطابق ایک شخص کو رسول اللہ (ص) کے دنیاوی معاملے کے صرف ایک فیصلے پر اعتراض ہوا تو حضرت عمر نے فوراً بغیر کسی توبہ کا موقع دیے، بغیر کوئی وارننگ دیے فی الفور اسے قتل کر دیا۔

مگر ذرا سوچئے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے، وہ رسول (ص) کا دنیاوی معاملات میں ایک فیصلہ تو کیا بلکہ پوری کی پوری شریعت کو پامال کر کے اسکا انکار کر رہا ہوتا ہے، اللہ اور اسکے رسول کا مکمل انکار کر رہا ہوتا ہے، مگر اسکے باوجود اسے فی الفور قتل نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ اُسے تین دن کی مہلت دینا کا حکم ہے تا کہ اُسے موقع مل سکے کہ وہ توبہ کر سکے۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

عقل رکھنے اور اسے استعمال کرنے والوں کے لیے اس بات میں مکمل سبق موجود ہے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہمیں اللہ کے نام پر انصاف کرنا ہے۔

سلمان تاثیر مرحوم کا قتل اسی ضعیف و منکر روایت کی وجہ سے ہوا ہے

ممتاز قادری اکیلا نہیں ہے، بلکہ اس وقت لاکھوں ممتاز قادری جیسے انتہاپسند موجود ہیں جو مسلسل سلمان تاثیر مرحوم کے قتل کو بالکل حق بجانب کہہ رہے ہیں اور انکی دلیل یہی ضعیف اور منکر روایت ہے۔

سلمان تاثیر مرحوم پر وہ گستاخیِ رسول تو ثابت نہیں کر پائے کہ اسکی بنیاد پر انکے قتل کو حق بجانب قرار دیتے۔ مگر اب انکا اصرار ہے کہ چونکہ سلمان تاثیر توہینِ رسالت قانون سے راضی نہیں تھے اس لیے انکا قتل ایسے ہی ضروری تھا جیسا کہ اس روایت میں حضرت عمر نے اُس شخص کو قتل کر دیا تھا جو اللہ کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔

چنانچہ یاد رکھیے کہ سلمان تاثیر مرحوم کا قتل توہین رسالت کی پاداش میں نہیں ہوا بلکہ اسکی وجہ علماء حضرات کا صحیح روایت کو چھوڑ کر مسلسل یہ ضعیف اور منکر روایت کا بیان کرنا اور اسے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں بٹھا کر انکی برین واشنگ کر دینا ہے، اور اسکے بعد آپ یونہی ماروائے عدالت قتل ہوتے دیکھیں گے جہاں بس الزام لگانے کی دیر ہے اور پھر انسان کو کوئی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے گا اور نہ کسی گواہوں کی ضرورت ہو گی، بلکہ جنگل کے قانون کی مانند کشت و خون کیا جا رہا ہو گا۔

اور یہ تو صرف ابتدا ہے۔ اس روایت میں یہ پوٹینشل پورا موجود ہے کہ صرف توہین رسالت قانون ہی نہیں بلکہ جلد ہی اسکا نفاذ دیگر قوانین سے اختلاف کرنے والوں پر بھی ہو رہا ہو گا اور انہیں فقط اس بنیاد پر قتل کیا جا رہا ہو گا کہ انکے دل ان قوانین پر راضی نہیں ہو رہے تھے لہذا انکو کلمہ گو مسلمان ہوتے ہوئے بھی قتل کر ڈالو۔

خلاصہ

1. موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس کے حامی حضرات جن قرآنی آیات کو پیش کرتے ہیں، وہ سب کی سب "تفسیر بالرائے" ہیں اور نہ رسول اللہ (ص) اور نہ کسی صحابی نے ان قرآنی آیات سے وہ مطلب نکالا جو یہ حضرات تفسیر بالرائے کرتے ہوئے نکال رہے ہیں۔
2. اور جو روایات یہ حضرات پیش کرتے ہیں ان میں سے اکثر ضعیف اور منکر ہیں، یا پھر غیر متعلق ہیں۔
3. اگر ان روایات کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی موجودہ توہینِ رسالت آرڈیننس ہرگز ہرگز صحیح ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی اپنی پیشکردہ روایات کے مطابق پہلی مرتبہ میں ہی فی الفور قتل نہیں کر دیا جاتا ہے بلکہ شروع میں انہیں مسلسل اچھی نصیحت کی جاتی ہے اور صرف عادت اور معمول بنا لینے کے بعد قتل کیا جاتا ہے۔ جبکہ موجودہ آرڈیننس میں عفو و درگذر کی کوئی گنجائش سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

4. وہ روایات اور قرآنی آیات جو بیان کر رہی ہیں کہ توہین کرنے پر اللہ اور اُسکے رسول (ص) نے صبر کرنے کا حکم دیا ہے، وہ ان حضرات کے پیشکردہ دلائل کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہیں۔

5. موجودہ حالت میں یہ آرڈیننس نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے اور ہو تا رہے گا کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے اسکا misuse کسی صورت نہیں روکا جا سکتا ہے اور شریر لوگ مسلسل اسکو اپنی ذاتی دشمنیاں اور شرارت نکالنے کے لیے استعمال کرتے ہوئے معصوموں پر جھوٹے الزامات لگاتے رہیں گے۔ عدالت اور گواہوں سے پاک قتل کر دینے والی احادیث ان شریر لوگوں کو مکمل موقع فراہم کرتی رہیں گی کہ وہ جرم کر کے سارا گناہ توہینِ رسالت آرڈیننس کی جھولی میں ڈال کر مسلسل دینِ اسلام کو بدنام کرتے رہیں اور کوئی انکا بال بیکا تک نہ کر پائے۔

6. بہت ضرورت ہے کہ علماء حضرات اپنی ضد چھوڑ کر قبول کریں کہ موجودہ حالت میں اس میں سقم موجود ہیں۔ انہیں دور کرنے کی ہر صورت میں کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں

تمام جملہ حقوق بحق ایم کیو ایم پاکستانی ڈاٹ آرگ محفوظ ہیں